

سلسلہ مطبوعات "ادارہ ادبیات اردو" نمبر (۳۲۰)

چمکتے ویرانے

بانو طاہرہ سعید

C جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ

اشاعتِ اول : نومبر ۱۹۷۸ء
 کتابت : محمد عارف الدین
 سرورق : غوث محمد
 طباعت : نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدر آباد۔
 قیمت : (۱۲) بارہ روپے

— (ناشر) —

ادارہ ادبیاتِ اردو "ایوانِ اردو"
 پنج گٹہ روڈ، حیدر آباد (۴۰۰۰۵)

ہلنے کے پتے :

- * بانو طاہرہ سعید "گرین ویو" شانتی نگر، حیدر آباد، ۲۸-۵۰۰۰
- اردو اکیڈمی بک ڈپو "اے، سی گارڈز، حیدر آباد، ۴۰۰۰۰۵
- نیشنل بک ڈپو، چارکمان، حیدر آباد، ۲۰۰۰۰۵
- ۵. شالیمار پبلی کیشنز (برائچ)، ٹرپ بازار، حیدر آباد، ۱۰۰۰۰۵

ایک
عجیب آدمی
ہے
نام

۷	سید ہاشم علی اختر	تعارف
۱۱	جگن ناتھ آزاد	نظریہ
۱۳	ڈاکٹر راج بہادر گور	ہمکنے دیرانے

نظمیں

۴۳	سراب	۲۳	تمہارا نام
۴۵	ٹرنک کال	۲۶	خوش خبری
۴۷	چاند	۲۸	کیا ہوگا !
۴۹	پھولوں کے درمیاں	۳۰	مژدہ دید
۵۱	اجنبی لڑکی	۳۲	ہم دونوں
۵۳	وہ آئے	۳۵	تبدیلیاں
۵۷	اے دوست	۳۷	قید
۵۹	کسی کو ستار بجاتے دیکھ کر	۳۹	اپنی تصویر سے
۶۰	جھٹک	۴۱	سرگرداں

- کوئل ، ۶۱
 بال روم رقص ، ۶۲
 سکوت ، ۶۳
 عورت ، ۶۴
 سبز شجر ، ۶۵
 کھنڈر ، ۶۶
 تصادم ، ۶۷
 ضمیر ، ۶۸
 تہمت ، ۶۹
 جنت ، ۷۰
 سزا ، ۷۱
 غولِ بیا باں ، ۷۲
 عظیم الفرست ، ۷۳
 روداد ، ۷۴
 وقت ، ۷۵
 فاتحانِ قمر سے ، ۷۶
 سراپا ، ۷۷
 تحفہ ، ۷۸
 خدا حافظ ، ۷۹
 آپ ، ۸۰
 بلالوا ، ۸۱
 بخودی ، ۸۲
 رنگ ، ۸۳
 دور افتادگی ، ۸۴
 اودا جادو ، ۸۵
 مارچ کا مہینہ ، ۸۶
 طلسمِ حیات ، ۸۷
 پیام ، ۸۸
 سرحد کے قریب ، ۸۹
 چشمہ وجد و انبساط ، ۹۰
 عید الفطر ، ۹۱
 الوداع ، ۹۲
 قسمت ، ۹۳
 ظلمتوں کے باشندے ، ۹۴
 تاج محل ، ۹۵
 نامِ حسین ، ۹۶
 کرشن کنھیا ، ۹۷
 قلی قطب شاہ کے نام ، ۱۰۲

نوائے محمد علی قطب شاہ ۱۰۴۲ نذرِ مہ لقا چندا ، ۱۳۲

نمائشِ نوادرِ عہدِ قطب شاہی ، ۱۰۵ لیلیٰ خالد ، ۱۳۴

میرا شہر ، ۱۰۷ (درونِ خانہ کی شاعری)

دکن کے کوہِ سار ، ۱۰۸

کشمیر ، ۱۰۹ المیہ ، ۱۳۵

جادۂ نیلگیری ، ۱۱۰ آم ، ۱۳۷

سرحدِ آسام ، ۱۱۱ میرا گھر ، ۱۳۸

ہند ، پاک نامہ و پیام ، ۱۱۳

ہند و پاک ٹرین کی بجالی پر ، ۱۱۵

سائرس اعظم ، ۱۱۶

محبانِ الجیریا کے نام ، ۱۱۸

آہِ مسجدِ اقصیٰ ، ۱۲۰

آنسو ، ۱۴۴

مغربی ایشیاء ، ۱۲۱

گردشِ روزگار ، ۱۴۵

مخدوم ، ۱۲۳

آہِ انصیر الدین ہاشمی ، ۱۲۴

قطعات ، ۱۴۶

آہِ اریب ، ۱۲۶

غزلیں

یارانِ شہر کی رسمِ اجرا پر ، ۱۲۷

غیاثی خاتون سے متاثر ہو کر ، ۱۲۸

۱۵۴ تا ۲۲۸

ویلنٹینا ، ۱۳۰

تعارف

محترمہ بانو طاہرہ سعید حیدر آباد کی ادبی اور ثقافتی زندگی میں
 اس سے ایک نمایاں مقام رکھتی ہیں، اور محتاج تعارف نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ
 نظموں، غزلوں اور قطعات کا یہ مجموعہ ”پہلے ویرانے“ ادارہ ادبیات اردو
 جانب سے شائع ہو رہا ہے، اس لئے میں اس تعارف کو لکھنے پر مجبور ہوں۔
 بانو طاہرہ سعید تاج محل کے خوبصورت شہر آگرہ میں پیدا ہوئیں۔
 انی نسل اور دانشوروں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے والد بزرگوار
 روفیسر ایس، اے، اے (محصولی) ایک غیر معمولی شخصیت والے آدمی تھے
 بانو طاہرہ سعید کی زندگی کے ابتدائی دور میں ان کے کردار اور صلاحیتوں کی
 تکمیل میں ان کا بڑا حصہ رہا ہے۔ بانو طاہرہ سعید کی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی، جو
 دوستانی ملی جلی تہذیب کے مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے۔ لکھنؤ یونیورسٹی

سے بی، اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اپنے والدین کے ساتھ تہران چلی گئیں۔ ایران میں انہوں نے ادب اور جرئلزم کا مطالعہ جاری رکھا۔ ریڈیو تہران سے وابستہ رہیں اور اپنی تخلیقات بھی نشر کرتی رہیں اور بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ ایران میں وہ مختلف ثقافتی اداروں سے وابستہ رہیں اور مقامی اور بیرونی پریس میں ان کا کلام اور مضامین چھپتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ان کی شادی حیدر آباد کے میجر جی، ایم سعید سے ہوئی اور وہ ہندوستان واپس آگئیں۔ سعید صاحب ہندوستانی فوج کے بریگیڈیر جنرل کے عہدے پر وظیفہ حسن خدمت پر سبک دوش ہوئے اور اپنی غیر معمولی کارکردگی کی وجہ سے مختلف اعلیٰ سیول عہدوں پر فائز رہے۔

ان دونوں کی نہایت منفرد اور ہر دلعزیز شخصیتیں، ہر محفل میں جان ڈال دیتی ہیں۔

بانو طاہرہ سعید آجکل ایک زمری اور کنڈرگارٹن اسکول چلاتی ہیں۔ ریڈیو کے پروگراموں میں حصہ لیتی ہیں۔ مختلف اردو، فارسی اور انگریزی ادبی اداروں سے وابستہ ہیں۔ بزم سعدی کی بانی اور رکن ہیں۔ محفل خواتین کی سہ ماہی میں۔ قرأت فیڈریشن آف انڈیا۔ فائن آرٹس انٹرنیشنل، اردو اکادمی آندھرا پردیش، ورلڈ پوسٹری سوسائٹی، انٹرکانٹی نینٹل۔ انڈوسوویت کلچرل سنٹر، اور خواتین کی صنعتی انجمن امداد باہمی سے مختلف حیثیتوں میں

والستہ ہیں۔

یہ تیرا عدد کتابوں کی مصنف ہیں۔ چھ کتابیں اردو شاعری میں (برگ بسز، ہدیہ طاہرہ، گل خوشگلان، آشیاں ہارا، نگینے) دو عدد اردو افسانوں کے مجموعے، دو فارسی کتابیں ایک نظم اور دوسری نثریں۔ دو انگریزی نظموں کے مجموعے۔ "The pale rose اور Beneath The Bough" بچوں کے ادب کا ایک طویل اردو افسانہ "سات دوست" اور امریکی شاعر البرٹ ٹالمین کی نظموں کا اردو ترجمہ مثبت و منفی (اور محترمہ بلقیس علما الدین کی کتاب شکر کا اردو ترجمہ) یا تو چھپ چکے ہیں یا زیر طبع ہیں۔ بعض نعتیہ نظموں کا تلگو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ان کی بعض انگریزی نظمیں، ہندوستان، ممالک متحدہ امریکہ اور کامن ویلتھ ممالک کے پوسٹ گریجویٹ کورس کی Anthology کے لیے منتخب کی گئی ہیں۔ ان کی ادبی خدمات کے سلسلے میں بہت سے ایوارڈ اور اعزازی سندیں انھیں مل چکی ہیں۔ جن میں قابل ذکر ساہتیہ اکادمی اور وزارت ثقافتی امور آندھرا پردیش کے ایوارڈ بھی شامل ہیں۔

بانو طاہرہ سعید ایشیا اور یورپ کے بہت سے ممالک کا سفر کر چکی ہیں۔ اور ان کی پسندیدہ مصروفیتوں میں مطالعہ، باغبانی، مکانات کی آرائش اور زیورہ کی ڈیزائننگ رہی ہیں۔

جذبہ خدمتِ انسانی، مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور ان کے ذریعے
 وحدتِ ادیان کی کھوج۔ امنِ عالم اور سماجی انصاف کی کوشش اور
 خصوصاً خواتین کی بھلائی کے کام ان کی زندگی کا مقصد رہے ہیں۔ اور وہ بے تکان
 کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی ہیں۔

مجھے بے انتہا مسرت ہے کہ اُن کا یہ مجموعہ ”جھکتے دیرانے“ ادارہ
 ادبیاتِ اردو کی جانب سے شائع ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی دوسری
 تصنیفات کی طرح یہ بھی نہایت مقبول ہوگا۔

ہاشم علی اختر

بخ ۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء

مقدمہ اعزازی ادارہ ادبیاتِ اردو

نظریہ

بانو طاہرہ سعید اردو، فارسی اور انگریزی کی ایک خوش فکر اور خوش گو شاعر ہیں۔ ان تینوں زبانوں میں ان کے کمال فن کا اعتراف ملک کے علمی اور ادبی حلقوں میں متعدد بار ہو چکا ہے۔

میرے نزدیک اردو شاعر کے لئے فارسی زبان و ادب کا ذوق بہت ضروری ہے ہمارے اردو کے جو شاعر یا شاعرات فارسی زبان سے بے بہرہ ہیں ان کی شاعری بحیثیت مجموعی بے کیف اور بے رس ہے اور جن شعراً یا شاعرات کی ترسیلیت میں فارسی زبان و ادب کا دخل ہے اُن کی شاعری بڑی حد تک لطافت اور شیرینی کی حامل ہے۔

بانو طاہرہ سعید کا شمار ملک کے انہی اردو سخن وروں میں ہوتا ہے جن کی شاعری عذوبت اور شیرینی کی حامل ہے اور انھیں اردو کے دوسرے فارسی وان شعراً پر جو فوقیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ ان کی مادری زبان فارسی ہے اور اردو کے ماحول میں ان کی تربیت ہوئی۔ گویا کسی بھی اردو شاعر کو دلکش انداز بیان کا زیادہ سے زیادہ جو حصہ مل سکتا ہے وہ انھیں حاصل ہے اور "ایں سعادت بزورِ بازو نیست"۔

طاہرہ سعید کو نظم اور غزل دونوں پر قدرت ہے اور نظم کی تمام اصناف کو وہ جس خوب صورتی سے برتنی ہیں وہ ان کے کمال فن کی دلیل ہے۔

طاہرہ سعید کا کلام اس وقت تک ملک کے بلند پایہ جرائد کے صفحات کی زینت بنتا رہا ہے۔ مقام مسرت ہے کہ اب یہ مختلف رسائل و اخبارات میں بکھرا ہوا کلام ایک کتابی صورت میں ہمارے سامنے آ رہا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ مجموعہ کلام ”مہکتے ویرانے“ جسے دیکھنے کا ہم سب کو اشتیاق ہے، اردو کے شعری ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کرے گا۔

جگن ناتھ آزاد

سری نگر (کشمیر)

۲۳ نومبر ۱۹۷۶ء

مہکتے ویرانے

کیوں بلا بھیجا ہے پھولوں نے گلستانوں سے
بس گیا جو وہ پلٹتا نہیں ویرانوں سے

(بافو طاہرہ سعید)

”مہکتے ویرانے“ بافو طاہرہ سعید کا تازہ مجموعہ کلام ہے۔

طاہرہ حیدر آباد کی ایک مانوس اور محبوب شاعرہ ہیں۔ آپ اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی میں بھی طبع آزمائی کرتی ہیں۔ آپ کے چار مجموعے تو میری ہی نظروں سے گزر چکے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں ”برگ سبز“ شائع ہوا تھا۔ ۱۹۷۳ء میں ایک مجموعہ قونی نظموں کا ”آشیاں ہمارا“ کے نام سے چھپا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں ”گلِ خونچکاں“ شائع ہوا جو شہیدِ کربلا حضرت امام حسین کی خدمت میں شاعرہ کا نذرانہ عقیدت ہے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ کے کچھ انگریزی کلام کا ایک مختصر مجموعہ ”ڈالی کے نیچے“ Beneath The Bough شائع ہوا تھا۔

طاہرو ایرانی نثر ادبی ہیں۔ اگرہ میں برج کے غنائی ماحول میں پیدا ہوئیں۔ لکھنؤ
میں اودھی کے آغوش میں تعلیم حاصل کی اور لگتا ہے کہ ”کرشن کنہیا“ کی مڑلی کی دھن
اور ”سیتا“ کی پاکیزگی کے ارتسامات ان کی روح و ذہن پر اسی
زمانے کی دین ہیں۔

”برگ سبز کی نظمیں۔ اردو زبان“ بکھرے سپنے ”مہتاب میں ڈوبا صحرا“
”اندھیرا پد منی“ اور ”سیتا“ کے کئی اشعار ابھی تک آپ کے ذہن میں محفوظ ہوں گے۔

۵

اس میں رادھا کے پاتل کی جھنکار ہے
زلفِ زیب النساء کی بھی مہکار ہے
اس میں جھانسی کی رانی کی للکار ہے
ساز و نغمے کے ہمراہ تلوار ہے
اس کے دامن میں ہیں کتنی رنگینیاں
میری اردو زبان فخرِ ہندوستان

(اردو زبان)

نظمیں، غزلیں، آہیں، نغمے
خونِ جگر کچھ دل کے ٹکڑے

بھولی بسری بیتی باتیں

غم کی انوکھی سی سوغاتیں

یہ میرے بکھرے سپنے ہیں۔

(بکھرے سپنے)

یاد کیوں آتی ہے ایسے میں غمِ دوراں کی
تلخیِ زیست کی خونِ دل پر ارماں کی

‡
(ہفتاب میں ڈوبا صحرا)

رات ہی رات ہے راتوں کا مگر حسن نہیں
کوئی تارا نہیں جگنو نہیں ہفتاب نہیں

‡
ڈوب جاتے ہیں سفینے جہاں اُمیدوں کے
کتنا گمبھیر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے یہاں

‡
(اندھیرا)

یا پھر علار الدین غلجی پر یہ بھر پور وار ہے

پیار کا اس کو بہانہ تھا مگر پیار نہ تھا
حسن کا صرف وہ بھوکا تھا پرستار نہ تھا

‡
(پد منی۔ چتور کی رانی)

جنت کی حور تھی کہ کرنِ آفتاب کی
دنیا تھی نور و رنگ و جمال و شباب کی

‡
(سیتا)

یا غزلوں کے یہ شعر ہے

یہی کائنات میری ہے یہی میرا سہارا
مجھے زندگی سے بڑھ کر غمِ زندگی ہے پیارا

مجھے اپنے تڑپنے کا ذرا بھی غم نہیں لیکن
کہیں ان کا بھی دل میرے لئے تڑپا تو کیا ہوگا

جلائیں خود ہی شمعیں میں نے اور خود ہی بجھا ڈالیں
کہیں کہیں جب یاد مجھ کو میرا خوابِ ناتمام آیا

وہ قاتل ہیں ظالم ہیں اور بے وفا
مگر ان سے بدلہ لیا جائے نا

جو ہوتا غم سے دل خالی تو پھر وہ دل کہاں ہوتا
غضب ہوتا جو کیفِ غم نصیبِ دشمنان ہوتا

سوئی پڑی ہے منزل دیوانگیِ عشق
کیا ہو گیا کہ کوئی سردار بھی نہیں

کیا جانئے اس راہ سے کب ان کا گذر ہو
مدت سے مگر راہ گذر دیکھ رہے ہیں

میرے ہونٹوں پر تبسم دیکھ کر
کیوں سمجھتے ہو کہ دل میں غم نہیں

زندگی نے نہ بخشی کبھی زندگی
موت بھی ہم سے آنکھیں چراتی رہی

جس کو کہتے ہیں ہم بہار و خزاں
وہ تو ہے جیت ہار پھولوں کی

”اُشیاں ہمارا“ کی نظم ”یوم آزادی“ میں یہ ملے گا۔
کون کتنا ہے ہو گئی تکمیل
جنگ آزادی اب بھی جاری ہے

یہ تلاطم یہ بھوک یہ افلاس
اپنے کندھوں پہ بوجھ بھاری ہے

یا پھر سپاہی کی بیوی پر گزرنے والی کیفیت جو ان کا اپنا غم ہے۔۔۔
محاذ پر تم گئے ہو جب سے میں وہ نہیں ہوں جو تھی ہمیشہ
ہوں پھری پھری سی شیرنی اک بدل چکا ہے تمام نقشہ

محاذ سے فتح پا کر آؤ یہی دُعا ہے یہی لگن ہے
غموں میں گر چہ گھری ہوئی ہے تمہاری دہن مگر لگن ہے

”گلِ خونچکاں کے یہ شعر۔۔۔“

شکستِ فاش اندھیرے کو دی اُجالے نے
 یزید مرچکا، لیکن حسین زندہ ہے
 مگر وہ تادمِ آخر لڑا اندھیروں سے
 چراغِ زیست نے بجھ کر بھی نور پھیلایا

ۛ

طاہرہ نے حیدر آباد کی ادبی محفلوں پر اپنے اس کلام سے سکے جما ہی لیا
 ہے۔ اور یوں بھی سطحِ مرتفعِ دکن کا یہ خوبصورت شہر ہمیشہ ہی سے عورتوں کے
 لئے سازگار و خوشگوار ماحول پیش کرتا رہا ہے۔ جھاگ متی ہی کی محبت نے
 اسے ”فرخندہ بنیاد“ کا لقب عطا کیا۔ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ”قلیٰ قطب شاہ“
 یہیں کا تھا تو اس زمانے کی پہلی اور دوسری صاحبِ دیوان شاعرہ لطف النساء امتیاز
 اور ملقا بانی چندا کے نغمے بھی یہیں گونجتے ہیں۔

اور آج بھی کئی خواتین شعرو نغمہ کی محفلوں کی روشنی بنی ہوئی ہیں۔
 طاہرہ، اگرہ، لکھنؤ، طہران۔ نہ جانے کہاں کہاں سے گھوم پھر کر آخر کو
 حیدر آباد کی ہو رہیں۔ یہیں پر ان کو سسرال میں میکے کا لطف حاصل ہے۔ یہیں
 ان کو شعر کا ماحول بھی ملا اور ان جیسے دوسرے شعلہ نواؤں کی محفل بھی۔ ٹپکتے دیرانے
 طاہرہ کی تازہ پیشکش ہے۔ اس میں بھی نظمیں ہیں، سائٹ ہیں۔ قطعات ہیں۔
 غزلیں ہیں، نظموں میں آپ کو یہ کچھ لے گا۔

قرب نے اور بھی دوری کا دلایا احساس
 کس قدر دُور ہوں میں گرچہ ہوں سرحد کے قریب
 (سرحد کے قریب)

دل ہے اپنا اُجر ٹی بستی
ظلمت میں ڈوبی ہے ہستی

پھول میں رنگ نہ مے میں مستی
پریم ہے نہنگا نفرت سستی

اندھیاروں میں دیپ جلا جا

(کرشن کنھیا)

پہلی خاتون خلائی مسافر ویلنٹینا سے شاعرہ یوں سرگوشیاں کرتی ہے ۔۔۔

ویلنٹینا بتا ہم کو بھی کیا کیا دیکھ آئی ہے

بشر کے واسطے مژدہ بھی کوئی ساتھ لائی ہے

ستاروں نے دیا بھی ہے کوئی پیغام تابندہ

کسی سورج نے تحفہ کوئی بھیجا ہے درخشاں

فلک نے کیا سنایا ہے فسانہ بختِ انساں کا

قمر نے کوئی ڈھونڈھا ہے عداوارِ برجِ دوراں کا

خلا سے کیا نظر آیا تجھے انساں کا مستقبل

کوئی کشتی کوئی ساحل کوئی جاوہ کوئی منزل

پتہ کچھ مل سکا کب تک سویرا ہونے والا ہے

کبھی دنیا سے رخصت بھی اُنڈھیرا ہونے والا ہے

(ویلنٹینا)

کسی سورج کی ترکیب پر غور کیجئے، کائنات کی وسعت اور نظامِ ہائے شمس
نعداد کی طرف کس قدر بلیغ اشارہ ہے، نظم ”چاند“ میں کہا ہے ۔۔۔

کتنا خاموش کتنا ویراں ہے۔

غمِ دوراں نہ کچھ غمِ جاناں
چاند کے دل میں کوئی درد نہیں

اپنی دنیا ہی اپنی مونس ہے
طاہرہ کیوں قمر پہ جاؤں میں

(چاند)

فلسطینی خاتون مجاہدہ، لیلیٰ خالد، پرکھی گئی نظم کے تیور دیکھئے۔
جیالی، سر بکف، جھانسی کی رانی پھر ہوئی زندہ
بہت مدت کی اک بھولی کہانی پھر ہوئی زندہ

الجیریا، مشرق وسطیٰ کی جنگ آزادی پر نظمیں ملیں گی، اس مجموعہ کے ”قطعات“
میں یہ قطعہ بھی ہے۔

آئندہ دیکھ کر ہنسی آئی
ایک صورت نظر نہی آئی
کتنے اغدا نے کتنے ویراں
سامنے بیتی زندگی آئی

نظم ”تہمت“ کا یہ شعر سنئے۔
مجھ پہ تہمت ہے ”محبت“ کی تری
میں نے کب تجھ سے محبت کی تھی

شدت محبت کے اظہار کا کیسا لطیف پیرایہ ہے - جنت کا یہ شعر
 کس قدر حسب حال ہے - لگتا ہے ہمارا اپنا تجربہ ہے یہ
 میں جہنم سے خوب واقف ہوں
 عمر ہی گزری آس پاس اس کے

”فہکتے ویرانے“ میں کئی غزلیں بھی شامل ہیں - غزل کے یہ اشعار آپ کو چونکا
 دیں گے یہ

غم سے سوزِ حیات باقی ہے
 رونقِ کائنات باقی ہے
 شبِ غم کی سحر نہ ہو جائے
 چند تارے ہیں رات باقی ہے

وہ رہ گزر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے
 وہیں پہ طاہرہ پھر ان کا انتظار کریں!

نوحہ خواں خاکِ بسترِ تہ لباباں ہیں کچھ لوگ
 نغمہ زنِ رقصِ کناں بادہ کشاں ہیں کچھ لوگ

آپ اور پوچھتے ہیں میرا مزاج
 کیوں مجھے شرمسار کرتے ہیں

”برگِ سبز“ سے ”ٹپکتے ویرانے“ تک طاہرہ نے لبِ اسفرطے کیا ہے۔
 کیا جانیے اس راہ سے کب ان کا گزر ہو
 مدت سے مگر راہ گزر دیکھ رہے ہیں
 یہ ”برگِ سبز“ کا زمانہ تھا اور اب شاعرہ کہتی ہے۔
 ”وہ رہگذر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے۔“
 وہیں پہ طاہرہ پھر اُن کا انتظار کریں
 ”اشیاں ہمارا“ میں عرضِ حال یوں کیا تھا۔

کون کہتا ہے ہو گئی تکمیل
 جنگِ آزادی اب بھی جاری ہے
 یہ تلاطم یہ بھوک یہ افلاس
 اپنے کندھوں پہ بوجھ بھاری ہے

مگر ”ٹپکتے ویرانے“ تک آتے آتے، اندازِ بدل جاتے ہیں۔ ایک لطیف
 نزنے شعری لذت میں اضافہ کر دیا۔
 نوحہ خواں خاکِ بسرِ تشنہ لبِاں ہیں کچھ لوگ
 نغمہ زن، رقص کنان، بادہ کشاں ہیں کچھ لوگ

آپ اور پوچھتے ہیں میرا مزاج
 کیوں مجھے شرمسار کرتے ہیں

طاہرہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایک لطیف غم کی پرورش کر رہی ہیں۔
 اس ناقابلِ تسخیر کائنات کا کوئی گہرا راز ہے۔ کوئی پہیلی یا شاعر کی کوئی تمنا ہے
 جو خوابیدہ بھی ہے اور عدم تکمیل بھی۔ کوئی غم ہے جو شاعرہ کے اندر محو خواب ہے
 نہیں دور سے کوئی موسیقی کی دھن کانوں میں پڑتی ہے تو اسے ہمیز ہوتی ہے اور وہ
 باگ اٹھتا ہے (ملاحظہ ہو شاعرہ کی انگریزی نظمیں "تم" خوابیدہ غم وغیرہ)
 ان کے باغ میں یاسمین بھی ہیں اور ان کا محبوب چمپا بھی۔ وہ یاسمین سے
 امن بھرتی رہیں لیکن چمپا کو کسی نے اڑا لیا۔ انھیں اس چمپا کا "غم" ہے۔
 (ملاحظہ ہو شاعرہ کی انگریزی نظم "چمپا کا پھول")۔

شاعرہ کو ایک عجیب آدمی کی تلاش ہے، جو اس سے کہیں ایک بار ملا
 ہے۔ اس کی قمیص سفید ہے۔ ایک بھورا کوٹ زیب تن کئے ہے۔ آنکھیں
 شب رنگ ہیں۔ اور جو اپنے پیروں کے چھالوں پر ہنستا ہے۔ !
 (انگریزی نظم "عجیب آدمی" میں شاعرہ کو اس عجیب آدمی کی تلاش بھی ہے
 ورنہ انتظار بھی ہے)

وہ رہ گزر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے
 وہیں پہ طاہرہ پھر ان کا انتظار کریں

ڈاکٹر راج بہادر گور

نائب صدر انجمن ترقی اردو، ہند۔

(نئی دہلی)

۳۰ مئی ۱۹۷۶ء

تمہارا نام

یہ سچ ہے میں نے تمہیں خط نہیں لکھے لیکن
 تصورات کی دنیا میں گفتگو کی ہے
 تمہیں بھلا نہیں پایا ہے میرا دل مطلق
 تمہارے نام کی مالا جی خیالوں میں
 تمہارا نام زباں پر مری نہیں آیا۔
 مگر یہ نام تمہارا تو میری دولت ہے
 مری اجاڑ بہاروں کا رنگ و نکبت ہے
 تمام زیست کا میری یہی تو حاصل ہے
 میں بیٹھے بیٹھے کبھی خود ہی چونک پڑتی ہوں
 تمہارے نام کی آواز باز گشت کا ڈر
 مرے حواس اڑاتا ہے کانپ جاتی ہوں

کہیں نہ ایسا ہو میں بخودی میں کھو جاؤں
 مری زبان سے سن لے کوئی جو نام ترا
 مزانِ دردِ محبت پہ حرف آئے گا
 مری نموشِ عبادت پہ حرف آئے گا
 تمہارے نام کی عظمت پہ حرف آئے گا
 کہیں نہ ایسا ہو میں بخودی میں کھو جاؤں
 تمہارا نام پکاروں نہ بے قراری میں
 تمہارا نام فضاؤں میں گونج اٹھے نہ کہیں

خوشخبری

تو نے بھیجا ہے بلاوا پھر سے
 کتنی دلکش یہ خبر ہے اے دوست !
 کیا یہ ممکن ہے ملے گا موقع
 اس شکنجے سے نکلنے کا کبھی
 پر پرواز مجھے ہو گا نصیب
 کس طرح مان لوں یہ خوشخبری
 خوش نصیبی، یہ کہاں میرے نصیب
 اس سے پہلے بھی تمنا کی تھی
 اس سے پہلے بھی کہ لاکھ جتن
 تیری محفل میں رسائی نہ ہوئی
 تجھ سے ملنا نہیں اتنا آساں
 میں ترمی دید کے قایل ہی نہیں
 میری آنکھیں ہیں ترسے کے لئے

دل مرا وقف ہے کڑھنے کے لئے
 اس کا مطلب یہ نہیں ہے اے دوست
 کہ شکایت ہے مجھے قدرت سے
 یا کہ ناراض ہوں میں قسمت سے
 میں نے ہر حال میں خوش رہنے کی کوشش کی ہے
 اُسے "معلوم ہے جو کچھ مجھے معلوم نہیں
 میری محرومی و ناکامی نہیں بے مقصد
 کچھ نہ کچھ اس کی "مشیت" ہوگی
 یہ تڑپ بھی تو "عطا" ہے اس کی
 اس تڑپ ہی سے تو جینے کا مزہ آتا ہے
 تجھ سے ملنے کی تڑپ ہے اے دوست
 فاصلے، دوریاں حائل ہی سہی
 پھر بھی اُمید کا دامن تھامے
 تیرے دیدار کی حسرت لے کر
 جی رہی ہوں میں ابھی تک اے دوست

کیا ہوگا !

یہ بتاؤ کہ میرا کیا ہوگا ؟
 تم سے ملنے کی ضرورت کیا تھی !
 خود کشی کرنے کی حاجت کیا تھی !
 زندگی یوں بھی نہ تھی قابلِ زیست
 کونسی ایسی وہ تلخی تھی جو میں نے نہ سہی
 پی لئے زہر کے پیالے بھی بنامِ فے ناب
 میرے اطراف ہزاروں ہی گلی رعنا تھے
 پھر بھی کانٹوں سے تھی تھا مرا دامن نہ کبھی
 کیا کی تھی ابھی کچھ اور کی ؟
 تو نے اگر جسے پوری کر دی
 آگ میں اور بھی ایندھن ڈالا
 آج بھر کا کے تبسم سے دیئے پھر چھینٹے

آگ تھی آگ، لپکتی گئی بڑھتی ہی گئی
 دُور سے دیکھو، تماشہ دیکھو
 شعلے خوش رنگ ہیں کتنے انھیں دیکھو دیکھو
 رنگ ہے شعلوں میں کچھ آپ کی زیبائی کا
 آپ کے چہرے کا اور پیر میں رنگیں کا
 آپ کے رنگ میں جو چیز ہے وہ پیاری ہے
 شعلے پیارے ہیں، مجھے جلنا بھی راس آیا ہے
 تجھ سے ملنے کی ضرورت تھی مجھے
 خود کشی کرنے کی حاجت تھی مجھے

مژدہ دید

رات آئی ہے بڑی سچ و صبح سے
 خوشبوئیں کتنے گلستانوں کی لے آئی ہے
 ساز و آہنگ میں ڈوبی ہوئی رات
 اُس کے آنے کی خبر لائی ہے !!
 کیا بتاؤں مری حالت کیا ہے
 ان کی آمد کی خبر آئی ہے !!
 میں نے کس درجہ انتظار کیا
 کتنی شدت سے ان سے پیار کیا
 زندگی انتظار میں گزری
 بس، یونہی، ہجرِ یار میں گزری
 اور جب رات لائی یہ مژدہ
 حاصلِ انتظار آتا ہے !

دل لڑتا ہے آنکھیں جلتی ہیں
 سانس بھی رک رہا ہے سینے میں
 پاؤں بھی لڑکھڑا رہے ہیں مرے
 مجھ میں اتنی سکت نہیں باقی
 جان فصل بہار کو دیکھوں
 گوہرِ شاہوار کو دیکھوں
 حائلِ انتظار کو دیکھوں
 مژدہ وید، جان لیوا ہے !



ہم دونوں

یاد ہے کچھ کہاں تھے ہم دونوں
 کیا عجب داستاں تھے ہم دونوں
 مست و ہرشار، رقص و موسیقی
 سورگ کے درمیاں تھے ہم دونوں
 چوٹیوں پر بہا لید کی کبھی،
 برف و ابر رواں تھے ہم دونوں
 کبھی گنگ و حجن کے دھارے تھے
 کبھی برق تپاں تھے ہم دونوں
 ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نغمہ بلب
 کبھی بادہ کشاں تھے ہم دونوں
 حسن کے دونوں ہی پجاری تھے
 عشق کے پاسباں تھے ہم دونوں
 ایک دن دیوتاؤں کے گھر میں
 یاد ہے یہاں تھے ہم دونوں

دیوتاؤں نے تم کو روک لیا
 اور مجھے آسماں سے پھینک دیا
 پھینکتے وقت تم نے اتنا کہا
 ایک دن آؤں گا میں دنیا میں
 ڈھونڈھتی رہنا، ڈھونڈھتی رہنا
 کونے کونے میں ڈھونڈھنا مجھ کو
 نہیں آساں مگر مرا پانا
 ڈھونڈھنا مجھ کو لالہ و گل میں
 جستجو کرنا میری صحرا میں
 ڈھونڈھنا مجھ کو زلفِ سنبل میں
 کھوج تم میری کرنا خاروں میں
 جب نظر آئے رنگس شہلا
 یاد کر لینا تم میری آنکھیں
 ڈھونڈھنا رات کو ستاروں میں
 دن میں رنج و الم کے ماروں میں
 ڈھونڈھنا اور ڈھونڈھتی جانا
 غم تنہائی سے نہ گھبراننا
 ڈھونڈھنا مجھ کو مسجدوں میں کبھی
 جستجو کرنا بت کدوں میں کبھی

میرا وعدہ ہے میں ملوں گا ضرور
 روپ میرا مگر جدا ہو گا !
 مجھے پہچان کر نہ غش کھانا
 شکوے کرنا نہ عہدِ فرقت کے
 اجنبی بن کے میرے پاس آنا
 تم سے رہنا ہے دور دور مجھے
 پھر بھی شدت کی ہوگی نزدیکی !!
 دیکھ کر تم کو جھوم جاؤں گا !
 ایک خاموش گیت گاؤں گا !
 من کے مندر میں مورتی رکھنا
 میرا چرچا نہ کرنا لوگوں سے
 تم مجھے پا کے شاد ماں رہنا
 دشمنوں پر بھی ہر باں رہنا
 یاد تڑپائے جب مری بے حد
 میں جہاں بھی رہوں وہاں آنا
 اور درشن سے شانتی پانا
 "میرا وعدہ ہے میں ملوں گا ضرور"

تبدیلیاں

ایسا مشہور ہے کچھ مجھے ہو گیا ہے
 میری بابت کئی داستانیں
 ہیں زباں زد میرے دوستوں میں
 کانا چھو سی ہیں مشغول ہیں چند دشمن
 بات اتنی سی ہے صرف اتنی
 مجھ میں تبدیلیاں آگئی ہیں
 میرے اندر کا بے چین انسان
 کچھ ذرا پُر سکون ہو چلا ہے
 درِ دل میں کمی ہے نمایاں
 اتنا کرٹوا نہیں رنجِ دوراں
 اب نہ شکوے مجھے دوستوں سے
 دشمنوں سے نہیں کوئی رنجش

حوصلہ ہی نہیں جھٹوں کا
 لطف آتا ہے خاموشیوں میں
 اپنے ہی آپ میں، میں، ممکن ہوں !
 مجھ پہ آسیب ہے اور نہ جادو
 لوگ میں خود بخود کیوں پریشاں
 ٹھیک ہے، کچھ مجھے ہو گیا ہے
 جو ہوا ہے وہ اچھا ہوا ہے
 شانتی، جس کو ڈھونڈھا تھا برسوں
 مجھ کو اس کا پتہ مل گیا ہے

قید

اے غم گسار، تو نے بلایا تو ہے مگر
 راہوں میں میری کتنے ہیں کانٹے ٹنڈیر نہیں
 کانٹے نہ کچھ ہوئے ہیں، مخالف ہوا بھی ہے
 تو دے رکاوٹوں کے ہیں گھیرے ہوئے مجھے
 ہر اک قدم پہ بیڑیاں لپیٹیں ہیں پانوں سے
 پہرہ ہے پاسباں ہیں نگہیاں ہیں چار سو۔
 میں پھر بھی مسکرا کے غزل خواں ہوں قید میں
 کیا کچھ یہ کم ہے میری مسرت کے واسطے
 تو نے کیا ہے یاد۔ بلایا ہے بزم میں
 اے غم گسار، تیری قسم دل ادا کس ہے
 مدت سے جی رہی ہوں مگر زندگی سے دور
 کوئی نہ غم گسار نہ ہمدن نہ دل نواز
 ایسے بہت ہیں غم کی اڑاتے ہیں جو ہنسی

ہاتھوں میں ہیں ہزار نمکِ دہاں لئے ہوئے
 زخموں کا ان کے پاس ہے بس اک یہی علاج
 اے غم گسار تیرے بلاوے کا شکر یہ
 تو نے کیا ہے یاد مجھے کس خلوص سے
 لیکن یہ فاصلے یہ بھنور اور یہ "ہفت خواں"
 کس طرح کوئی پار کرے تو ہی کچھ بتا
 تھی آرزو بہت مجھے تجدیدِ دید کی
 اے غم گسار تو نے مجھے یاد کیوں کیا
 کنجِ قفس میں اور بھی گھٹتا ہے میرا دم
 اس قید جاں گسل سے نکلنا محال ہے
 لیکن مجھے بھی ضد ہے کہ تجھ سے ملوں گی میں
 میرے خیال و خواب میں آزاد قید میں
 میں نے کیا ہے عزمِ ملاقات قید میں

اپنی تصویر سے

میری تصویر، اے مری تصویر
 آج کیوں اجنبی سی لگتی ہے
 لوگ کہتے ہیں کچھ شبابست سی
 میری صورت کی تجھ میں ہے اب تک
 کوئی دیکھے ستم ظریفی یہ !
 میری تصویر بھی نہیں میری
 سچ ہے کتنی بدل چکی ہوں میں
 اور تو ہو بہو جو تھی وہ ہے
 میری تصویر، میری پرچھائیں
 تو ہے ماضی کا ایک نقشِ جمیل
 کتنے خوابِ حسیں مچلتے ہیں

تیری آنکھوں میں تیرے ماتھے پر
 تیرا ٹھیراؤ۔ رشک کے قابل
 میں ہوں آئینہ غمِ دوراں
 ایسا سونا جوتپ رہا ہے ابھی
 شمع جو جل رہی ہے محفل میں
 میں ہوں تصویر سوز و سازِ حیات
 میری تصویر، اے مری تصویر !!

سگرِ دال

پھر تمہاری یاد آئی
 بجلیاں سہی پھر کوندیں
 دل پر چھا گئے بارِ دل
 آنکھ ڈبڈبا اٹھی
 آنسوؤں کی برساتیں
 یک یک پلٹ آئیں !!
 کیوں کسی کی یاد آئی ؟
 میرے جی کو بہلانے
 پھول بھی ہیں کلیاں بھی
 پرسکوں فضا میں ہیں
 آبِ سرور، چشموں کا
 کتنا میٹھا میٹھا ہے
 کوہِ ہزار کا دامن
 کان ہے زمر کی

نیلگوں گلن کیا ہے
 شامیانہ نیلم کا
 مدد بھری ہوا میں ہیں
 چار سو ہے زیبائی
 میرے جی کو ہلانے
 گل جہاں ہے آباد
 بھر بھی میں ہوں آرزو
 اک خیال آیا ہے
 کاش تم یہاں ہوتے
 اس حسین واوی میں
 پائے جان پڑ جاتی
 زرد بھیرتا سورج
 چاند سیم برساتا
 کشمال دمک اٹھتی
 تارے مسکرا دیتے
 رقص میں صبا آتی
 اور عطر چھڑکاتی
 کاش!

پھر تمہاری یاد آئی
 زندگی ہے سرگرواں !!

سراب

آ، میری عمر گزشتہ کہیں پھر لوٹ چلیں
 آ، کہ پھر لوٹ چلیں تلخ سے ماضی کی طرف
 تلخ، ماضی، تھا مگر اتنا تو سفاک نہ تھا
 یہ میرا دردِ مسلسل یہ میرا موجودہ
 مسکراہٹ کی نہیں جس میں ذرا گنجائش
 شبِ تاریک کی بھی مانگ ہے تاروں سے بھری
 میرے اطراف نہیں کوئی کرن کو سوں تک
 حالِ جب یہ ہے بھلا خاک امیدِ فردا،
 آ، میری عمر گزشتہ کہیں پھر لوٹ چلیں
 عہدِ ماضی کی طرف لوٹ چلیں، لوٹ چلیں
 میرے ماضی کی جو تلخی تھی وہ تھی تلخی مے
 اس میں کچھ کیف بھی تھا، سوز بھی تھا ساز بھی تھا

کتنے ارمان مرے وابستہ مستقبل تھے
 ریگزاروں میں نظر آتے تھے پھولوں بھر باغ
 دل رہا کرتا تھا اک رنگ محل کے اندر
 صندل و عود کی لپٹوں سے معطر تھا دماغ
 کاوشِ زیست بھی اک شعر تھا اک نغمہ تھا
 کتنے ارمان مرے وابستہ مستقبل تھے
 آیا، مستقبلِ شیریں جو حقیقت بن کر
 اک دھماکہ سا ہوا، ہل گئی بنیادِ حیات
 نہ کہیں رنگ محل تھا نہ کہیں نکبتِ گلی!
 سچ تو یہ ہے کہ جو دیکھا تھا وہ تھا محض سراب
 اے مری عمر گزشتہ کہیں پھر لوٹ چلیں

ٹرنک کال

ٹرنک کال کا مت پوچھ ماجرا اے دوست
یہ وہ طلسم ہے جس کا کوئی جواب نہیں
زمینی فاصلے لمحوں میں دُور ہوتے ہیں
کسی کی رس بھری آواز دل لبھاتی ہے
بڑے خلوص سے کہتا ہے کوئی ”اچھی ہو؟“
سناؤ تازہ خبر کیا ہے، خیریت تو ہے
ارے، تمہاری یہ آواز بدلی بدلی کیوں
مزاج کیسا ہے، پھر ہو گیا تمہیں نزلہ!
گئی ہو جب سے بڑا چھا گیا ہے سناٹا
بہت سے لوگ تمہیں یاد کر رہے ہیں یہاں
تم آئیں یا کہ نسیم بہار کا جھونکا
مگر قیام، بہت مختصر تمہارا تھا
عزیز من، لکھو خط، خوش رہو، خدا حافظ“
ٹرنک کال کا مت پوچھ ماجرا اے دوست

صدائے زنگ پہ دل کس قدر اچھلتا ہے !
 تمام دُوریاں بنتی ہیں ایک نزدیکی !
 کسی کی گونجتی آواز جب ہے کانوں میں
 بڑے تپاک سے کوئی پکارتا ہے مجھے
 دبی زبان سے کہتا ہے، کام ہے بچد
 مگر یہ کام نہیں فرضِ زندگی ہے میرا
 یہ فرض وہ ہے جو تم سے بھی بڑھ کے پیارا ہے
 تمہیں خبر ہے وطن نے مجھے پکارا ہے
 عزیز من مجھے تعطیل کا خیال نہیں
 محاذِ جنگ سے آیا ہوں سچ کہا تم نے
 مجھے بھی حاجتِ آرام ہے میں مانتا ہوں
 مگر بھلا مجھے راحت کہاں سکون کہاں
 ہجومِ فکر ہے میں ہوں مرے فرائض میں
 خدا نے چاہا تو دو چار روز ہی کے لیے
 میں عنقریب بہت عنقریب آؤں گا
 عزیز من رہو خوش میرا انتظار کرو
 ٹرنک کال کا مت پوچھ ماجرا اے دوست
 تسلیاں مجھے کس درجہ اس سے ملتی ہیں

چاند

کتنا خاموش کیسا ویراں ہے
 چاند کے دل میں کوئی درد نہیں !
 اہل دنیا کی محفلِ غم میں
 چاند کا تذکرہ ہے صدیوں سے
 چاند سے عشق چاند سے باتیں
 شاعروں کا پرانا شیوہ ہے
 دنیا والے سمجھ رہے تھے یہی
 چاند پر جا کے ڈھونڈ لیں گے ، سکوں
 کرۂ ارض سے پرے شاید
 کوئی بستی ہے نازنینوں کی

آج معلوم ہو گیا لیکن
 ہے قمر سرد فہر۔ اور ویراں
 گر چہ سینے میں ہیں شکاف کئی
 زخم یا داغ یہ نہیں ہرگز
 غم دوراں نہ کچھ غم جاناں
 چاند کے دل میں کوئی درد نہیں
 اپنی دنیا ہی اپنی مونس ہے
 طاہرہ ! کیوں قمر پہ جاؤں میں ؟

پھولوں کے درمیان

سال بھر کے بعد پھر آئے ہیں ملنے مجھ سے پھول
 "نیلے نیلے، پیلے پیلے۔ اودے اودے پیرہن"
 دل میں دھڑکن، آنکھ میں آنسو، لبوں پر زمرہ
 کیا کروں رو کے سے بھی رکتی نہیں آشفستگی!
 پرزے پرزے ہو رہی ہے پھر مری سنجیدگی!
 چاک دامن کیوں نہ ہو جاؤں کہ اب ضبط و قرار
 مجھ پہ کچھ سمجھتا نہیں، شوریدہ سر، شوریدہ پاؤ!
 یہ ہوائیں یہ فضا میں۔ رنگ و نگہت، الاماں
 رنگ بھی کیا رنگ ہیں، قوس قزح ٹھیری ہوئی!!
 کیف میں ڈوبا ہوا ہے ذرہ ذرہ دہر کا

زندگی کی تلخیاں سب بن گئیں رنگینیاں
 زخمِ دل، حرماںِ نصیبی، حسرتیں، ناکامیاں
 الجھنیں، آہیں، غمِ دوراں کے کتنے سارے روپ
 یوں نظر آتے ہیں جیسے اُڑ رہی ہوں تتلیاں
 سحرِ رنگ و بو نے پھر سے کر دیا زندہ مجھے
 آرزو یہ ہے کہ میں زندہ رہوں کچھ دیر اور
 سال بھر کے بعد پھر آئے ہیں ملنے مجھ سے پھول

اجنبی لڑکی

(جسے میں نے اپنا لیا ہے)

ایک اجنبی لڑکی میری دوست ہے لوگو
انتظار کرتی ہے مجھ سے ملنے جلنے کا
مسکراتی جاتی ہے دیکھ کر مجھے۔ گویا

راز داں ہوں میں اس کی

قدرداں ہوں میں اس کی

خورد سال لڑکی ہے گامزنِ تنِ تنہا

زندگی کے صحرا میں

اس کا کون سا تمھی ہے اس کا کون اپنا ہے ؟

یوں تو ہاسٹل میں وہ

سب کے ساتھ رہتی ہے

پتھر بھی دُور ہے سب سے
کھوئی کھوئی اور حیراں

مجھ سے دوستی کی ہے، مجھ سے ہے کشش اس کو

میں بھی اس سے ملنے کا انتظار کرتی ہوں
دل ہی دل میں لڑکی سے میں بھی پیار کرتی ہوں

ہم نوا ہیں ہم دونوں، اجنبی نہیں کوئی

ایک دوسرے کو ہم ہر طرح سمجھتے ہیں

کس جہنم کے ساتھ ہیں یہ نہیں ہوا معلوم !

وہ آئے

ایک خواب دیکھا تھا
 شام تھی دیوالی کی
 سال کی مبارک شام
 لوگ باگ آئے تھے
 ”اُن“ کی دید کی خاطر
 گھر میں خوب تھی رونق
 مرد، عورتیں، بچے
 مسکراتے زیر لب
 مجھ سے پوچھتے تھے سب
 ”کیا وہ آنے والے ہیں؟“
 سچ۔ وہ آرہے ہیں کیا؟
 کب وہ آئیں گے۔ بولو۔“
 میں جواب کیا دیتی
 میں تو کھوئی کھوئی تھی

صرف کہہ سکی اتنا
 ہاں۔ وہ آج آئیں گے
 انتظار ہے ان کا
 وہ ضرور آئیں گے۔ ا
 یوں تو تھا یقین مجھ کو
 ان کا وعدہ سچا ہے
 پھر بھی بے یقینی تھی
 کس طرح یقین آتا
 میرے گھر وہ آئیں گے
 یک بیک مچی، بلچل
 لو۔ سواری آپرہنچی
 سچ۔ وہ میرے گھر آئے
 ہاں۔ وہ میرے گھر آئے
 شام تھی دیوالی کی
 جب کہ آتی ہے لچھی
 گھر مرے کرشن آئے
 غم کدہ میں چاند آیا
 رونق بہار آئی۔

میرے دل کی بستی میں
 بچ رہی مجھے شہنائی
 سچ وہ میرے گھر آئے !
 ان کو لوگ گھیرے تھے
 چاند تھا ستاروں میں
 میں تو کھوئی کھوئی تھی
 بات بھی نہ کر پائی
 بات بھی میں کیا کرتی
 ہوش ہی مجھے کب تھا
 میں نشے میں تھی بالکل !
 ہوش کب ٹھکانے تھے
 یاد ہے مگر اتنا
 زندگی۔ مکمل تھی۔
 تھوڑی دیر وہ ٹھہرے
 تھوڑی دیر وہ بیٹھے
 لوگ ان کو گھیرے تھے
 پوچھتے تھے کیا کیا کچھ
 میں تھی محوِ نظارہ

وہ مرے مقابل تھے
 تھوڑی دیر وہ ٹھہرے
 اور پھر ہوئے رخصت
 جاتے جاتے مجھ سے وہ
 مسکرا کے یوں بولے
 آپ کو ہونی زحمت
 آہ! جا رہے تھے وہ -
 آ کے جا رہے تھے وہ
 جا رہے تھے وہ لیکن
 پا چکی تھی میں ان کو
 چار سو چراغاں تھا
 گنگنا رہی تھی میں
 شام میرے گھر آئے

اے دوست

بھول سکتے نہیں اس شام کو ہم تم اے دوست
 سینے میں دونوں کے برپا تھا تلاطم اے دوست
 خواب میں آج بھی ترپاتے ہیں، برساتے ہیں
 تیرے ماتھے کی شکن اور وہ تبسم اے دوست
 غمِ فرقت نہ رہا، ملنے کا ارماں بھی گیا
 ہو گئے یاد میں اس طرح تری گم اے دوست
 نہ وہ ہنستی ہوئی آنکھوں میں مری اب ہے ہنسی
 چھن گیا لٹ گیا ہونٹوں کا تبسم اے دوست
 نہ وہ رنگینی افکار نہ وہ شعرو سخن
 مٹ گیا مدد بھرے نغموں کا ترنم اے دوست
 صرف اک تیرے ہی دل میں کوئی جنبش نہ ہوئی
 میری بربادی پر روئے مہ و انجم اے دوست

یاد ہے کتنا بلا خیز و جنوں پرور تھا
 تیری نظروں کا مرے دل کا تلاطم اے دوست
 کو گیا جینے سے بیزار ہمیشہ کے لئے
 زندگی سے وہ مرا تلخ تصادم اے دوست
 دلِ برباد میں ممکن ہے بہار آجائے!
 کاش ہو جائیں اکٹھا کبھی ہم تم اے دوست
 جو مرے غم کے فسانے سے رُلا دے تجھ کو
 نہیں آیا مجھے وہ طرزِ تکلم اے دوست
 جم گئیں گرچہ تہیں عہدِ غم بہراں کی،
 ذہن پر نقش ہے وہ تیرا تبسم اے دوست
 گونجتی ہے مرے کانوں میں تمہاری آواز
 یاد کرتے ہو کبھی طاہرہ کو تم اے دوست

کسی کو ستار بجاتے دیکھ کر

اے جانِ شاعری تو بتا کیا کہوں تجھے
 افسانہ و خیال کی دُنیا کہوں تجھے
 تیری نظر میں پیاس ہے جادو ہے راز ہے
 حسرت کہوں کہ دردِ تمنا کہوں تجھے
 تاروں کو تو نے چھپرے کے محشر مچا دیا
 ساحر کہوں کہ سحرِ سراپا کہوں تجھے
 نغمے کی روح، شعر کا رَس، پیکرِ غزل
 سب تیرے نام ہیں تو بتا کیا کہوں تجھے
 میری سمجھ سے دُور ہے تو کیا ہے کون ہے
 جو عمل نہ ہو سکے وہ معنہ کہوں تجھے

جھلک

زندگی ہے مری گردش میں قمر کی صورت
 دل ہے بجھنے کو مرا شمع سحر کی صورت
 ہوں میں خاموش، خموشی میں گھٹی جاتی ہوں
 نقش بر آب کی مانند مٹی جاتی ہوں
 رات میں تاروں سے سنتی ہوں کہانی تیری
 کاش ہوتا کوئی پیغام زبانی تیری
 اے مرے بھولنے والے تو مجھے یاد نہ کر
 ہاں ! مگر شیوہ بیگانگی ایجاد نہ کر
 ایک بار اپنی جھلک اور دکھا دے مجھ کو
 روٹھ جائے کا سبب کچھ تو بتا دے مجھ کو

کونل

کالی کونل پیاری کونل محرم دردِ جگر
 دل ہلا دیتا ہے تیرا کوکنا وہ آم پر
 پاٹ دار آواز تیری دکھ میں ڈوبا ہین ہے
 تیری ہر ہر کوک کیا بے چین ہے بے چین ہے
 ڈال پر جب آم کی تو کو کمتی ہے بار بار !
 ہوک سی اٹھتی ہے میر دل میں کیوں دیوانہ
 تیرے میٹھے شبد گو میری سمجھ سے ہی محال
 پھر بھی تیرے درد میں جیسے میرے دل محال
 نالہ بیباک تیرا کچھ غجب روداد ہے
 سازِ عشق و سوزِ عشق لذت فریاد ہے

بال رومِ رقص

یوں گھر گئے تھے رقص کی محفل میں رات ہم
 جیسے قفس میں طائر آزاد آ پھسنے
 رقص جھومتے ہوئے بہکے ہوئے قدم
 ایک دوسرے کو بانہوں میں اپنالے ہوئے
 سازوں کے تال پر وہ اچھلنا کہ الاماں
 انساں تھے یا سفینے تھے گرداب میں پھنسنے
 گرتے ہوئے تھرکتے ہوئے خستہ مردوزن
 چہرے وہ تہمتائے وہ بے کیف قہقہے
 کیسا یہ رقص تھا کہ تھے رقص بے قرار
 یوں لگ رہا تھا جیسے ہوں تلوے جلے ہوئے
 ذہنوں کی الجھنیں تھیں عیاں بال روم میں
 ہر جنبش بدن تھی فغاں بال روم میں

سکوت

چاندنی رات ہے سکوں ہے
 چھایا دنیا پہ اک فسوں ہے
 چل رہی ہیں ہوائیں ٹھنڈی
 ٹھنڈا سبزہ فضا میں ٹھنڈی

آسماں چپ زمیں بھی خاموش
 شاخِ گل کے مکین بھی خاموش
 سوئے سوئے سے دشتِ اُتر کہسار
 خوابِ آلود ہر گلِ دہخسار

وقتِ راحت ہے تو بھی سو جا
 طاہرہ اب خاموش ہو جا

عورت

گل رعنا و دل آرا ہے عورت
 لطیف و جاذب و زیبا ہے عورت
 بہارِ جاں فزا ہے زندگانی
 شکوہ و شوکت دنیا ہے عورت
 ہزاروں روپ اس کے جلوے اس کے
 کبھی مریم کبھی زہرا ہے عورت
 کہیں دیوی کہیں شکتی کہیں علم
 کبھی لچھی کبھی سیتا ہے عورت
 نہ بھایا جس کے بن جنت کا منظر
 وہی آدم کی جاں خواہ ہے عورت
 کئی صدیوں کے ظلم و جور سہہ کر
 مگر قنارِ غم دنیا ہے عورت

ابھی تک بزم میں غارت گروں کی
 حقیر و خوار ہے رسوا ہے عورت
 خودی کو اپنی کر محسوس کر لے
 نہ پوچھو طاہرہ پھر کیا ہے عورت

سبز شجر

ایک سرسبز، گھنا، نیم کا پیڑ
سایہ افکن تھا میرے کمرے پر
چڑیاں کثرت سے تھیں چھکا کرتی
رنگ تھا نغمہ تھا خوشبو تھی

عجب عالم تھا !
خوشبو میٹھی بھی تھی اور کڑوی بھی
مجھے اس دوست کی صحبت میں سکوں ملتا تھا
لگ گئی کس کی نظر

جانے کیا بات ہوئی
پتے سب جھڑ گئے پیلے پڑ کر
یک بینک خشک ہوا سبز شجر
میرے سینے میں چبھا غنچہ سا
یاد آئی مجھے کچھ خوابوں کی
آرزوؤں کے تمناؤں کی !

کھنڈر

سامنے ایک کھنڈر ہے جس میں
 ڈوبے ابھرے ہیں کئی نقش و نگار
 کہیں گلشن کی جھلک ہے تو کہیں صحرا کی
 کتنی یادوں کے یہاں جھرمٹ ہیں
 کتنے نقشے نظر آتے ہیں یہاں
 ٹوٹا پھوٹا ہی سہی شیش محل ہے پھر بھی
 یہ کھنڈر ہے مری ہستی کا کھنڈر !

تصادم

میری بیماری بھی کیا نعمت تھی
 کتنا حاصل تھا سکوں
 میرے اطراف تھا خاموشی کا راج
 ہمنشیں میری کتابیں تھیں قلم اور کاغذ
 ریڈیو سٹ تھا میرا مونسِ جاں
 دل بہلنے کے بہت سا ماں تھے
 بات کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی
 فون بھی میرے لئے تھا "شجر ممنوعہ"
 میری دنیا تھی میری ذات میں گم
 اور میری ذات جو ملتی نہ تھی ڈھونڈنے سے مجھے
 مل گئی یوسفِ گم گشتہ کی صورت آخر
 کتنا دلچسپ تصادم یہ ہوا۔

ضمیر

ملا ہے مجھ سے تجھے "غم" مجھے سے غم اس کا
 ملال ہے مجھے خود اپنی کم نگاہی کا
 غبار دل پہ ہے ہر بے حسی کا غفلت کا
 مگر جو دی ہے سزا تو نے ترک الفت کی
 یہ ظلم "ہے اسے انصاف کیوں کہا اے دوست
 "مرا ضمیر بہت ہے مجھے سزا کے لئے"



تہمت

تیری پیشانی پہ دیکھی تھی دمک سورج کی
 میں نے کرنوں سے محبت کی تھی !
 تیری آنکھوں میں تھیں پرچھائیاں جنت کی نہاں
 میں نے خوابوں سے محبت کی تھی !
 تیرے رخساروں پہ گل رنگ دھنک دیکھی تھی
 میں نے پھولوں سے محبت کی تھی !
 تیری آواز پہ رقصاں تھا مراد دل مری روح
 میں نے نفموں سے محبت کی تھی !
 مجھ پہ تہمت ہے "محبت" کی تری
 میں نے کب تجھ سے محبت کی تھی ؟
 مجھ پہ تہمت ہے سراسر تہمت !!

جنت

زندگی میری رشکِ بادِ سموم -
 مجھے تینا پڑا ہے پے در پے
 جلنا آساں ہے گر ہو ایک ہی بار
 میں سلگتی رہی سلگتی رہی !
 میں چڑھائی گئی صلیبوں پر
 جرم یہ تھا کہ کوئی جرم نہ تھا
 قتل میرا ہوا ہزاروں بار
 پھر بھی زندہ رہی بہ درودِ تمام
 زندہ رہنے کی تھی یہی اجرت !
 میں جہنم سے خوب واقف ہوں
 عمر ہی گزری آس پاس اس کے
 اب پس مرگ جانے کیا ہو گا
 مجھے جنت کی کچھ ہوس بھی نہیں !

سزا

سیاہ تو دے، اکٹھا تھے بادلوں کے یوں
 پہاڑیوں کے نشیب و فراز کے پیچھے
 کہ جیسے ٹولیاں، جرم و سہ عزائم کی
 رہ حیات میں تاکیں، کسی مسافر کو!
 مجھے لگا کہ کئی دیو، سر کو جوڑے ہوئے
 بنا رہے ہوں خطرناک کوئی منصوبہ!
 عجیب خوف سا، جس کی نہ ہو دلیل کوئی
 مرے وجود پہ طاری ہوا، سزا کی طرح

غولِ بیا باں

چند کتے اور بچے، مل کے بھونکے گھر کے پاس
 یوں لگا جیسے زمیں پر ہو بلاؤں کا نزول
 کس قدر مکروہ تھا یہ سلسلہ آواز کا
 ہاتھ کانوں پر دھرے بیٹھے رہے ہم دیر تک
 دیر تک غولِ بیا باں، زہر پھیلاتا رہا
 مجھ کو کتوں سے نہیں مطلق کوئی شکوہ، گلہ
 حضرت انسان کی نسلوں کو آخر کیا ہوا؟
 بھونکتی پھرتی ہیں جو سڑکوں پہ کتوں کی طرح !

عذیم الفرصت

کون کہتا ہے کہ میں ہوں تنہا
 ایک پل بھی تو نہیں تنہائی
 مسئلے، الجھنیں، پیچیدگیاں
 ایک حلقہ سا بنائے ہوئے گھیرے میں مجھے
 چیختا روتا ہے احساسِ دروں
 مجھے خود اپنے سے ملنے کی نہیں ہے فرصت
 ایک لمحے کے لئے لمحہ تنہا نہ ملا
 یوں تو بہلاوئے کوزیور بھی ملا زربھی ملا
 جستجو جس کی ازل سے تھی مجھے
 وہی، گوہر نہ ملا
 کتنی مدت سے تڑپتا ہے دل
 اپنے ہی آپ سے ملنے کے لئے !

رُوداد

ایک صاحب نے مجھ سے فرمایا
 ”عورتیں شعر کہہ نہیں سکتیں
 عورتوں میں کہاں شعورِ فن !
 شاعری کچھ ہنسی مذاق نہیں
 شاعری ہے بلند پروازی
 ہٹکا بکاسی رہ گئی میں تو !
 صرف اتنا زبان سے نکلا
 عورتیں چھا چکیں فضاؤں پر
 عورتیں جا چکیں خلاؤں میں
 پھر بھی پرواز کر نہیں سکتیں !!

وقت

وقت بے درد ہے، بے باک گزر جاتا ہے
 نہ تبسم اسے بھاتا ہے نہ آنسو کی لڑی،
 روک سکتا ہی نہیں کوئی بھی رستہ اس کا
 وندنا ہوا ہر شے کو کچلتا مکتا
 کسی فاتح کی طرح نشہ نصرت میں مگن
 چھوڑ کر نقشِ قدم جانے کہاں جاتا ہے،
 سالِ نو کیا ہے، یہی وقت کا اک اور قدم
 سالِ کتنے یونہی روندیں گے نہیں کچھ معلوم
 پھر بھی تھوڑا سا دلاسا تو ہے اُمید تو ہے!
 ایک دن وقت کو ٹھکرا کے خدا نے چاہا
 وقت کی زد سے بہت دور نکل جائیں گے

فاتحانِ قمر سے

آپ کے نقشِ قدم کی ہے بہت کچھ قیمت
 آپ کے نقشِ قدم، عظمتِ انساں کا نشان
 آپ کی جرأت و ہمت کی ہے قائلِ دنیا
 معجزہ کہیے اسے یا کہ طلسم
 چاند کے ماتھے کو روند آئے ہیں، پیروں کے تلے
 آپ کا زغم بجاء، نازِ بجاء، فخرِ بجاء !
 آپ نے کر لیا تسخیرِ مہِ کامل کو
 لیکن افسوس، مداوائے غمِ جاں نہ ہوا
 اپنے ہی گھر میں تسلی نہ خوشی اور نہ سکون
 آپ دنیا کے ہیں دنیا کی طرف ایک نظر
 ”چاند“ کتنے نظر آئیں گے، سمسکتے، بھوکے
 کچھ مداوائے غمِ جاں کیجئے
 فتحِ افلاک سے بہتر ہے محبت کا جہاد
 آپ دنیا کے ہیں دنیا کی طرف ایک نظر

سراپا

رنگِ ایماں رنگِ عرفاں رنگِ گیسوئے غزل
 گرمیاں سورج کی ٹھنڈک چاند کی شبیہ کا رس
 مے کی مستی لالہ و گل کی مہک نورِ ازل
 سب ملا کر بھی "سراپا" کس طرح کھینچوں تیرا
 ہاتھ بے قابو ہے میرا اور قلم تھرا ہے
 تیری محفل، محفلِ صدق و صفا، لطف و عطا
 اک نظر تیری، ہزاروں اہلِ دل کا مدعا
 روح پرور شخصیت، تڑپا نے والی ہر ادا
 زد میں جو آیا تیری۔ انسانِ کامل بن گیا
 تجھ سے مل کر دل کی حالت کیا سے کیا ہو جائے ہے !

تحفے

تیرے تحفے میرے سر آنکھوں پر
 یہ تقدس کے محبت کے دیا کے تحفے
 جان و دل ہر دو فدا تجھ پہ میرے اُن داتا
 تیرے تحفے، میری عزت کا نشان
 دل نوازی کا تری، لطف و عنایت کا نشان
 مہربانی کا، نوازش کا سخاوت کا نشان!
 یہ بھی ممکن ہے میری پچھلی عبادت کا نشان
 اپنی قسمت پہ کروں ناز، بجا ہے کہ نہیں؟
 تیری قربت پہ کروں ناز، بجا ہے کہ نہیں؟

خدا حافظ

ایسی صبحیں کہاں ملیں گی اب
 رُخِ روشن کے ہوں گے کب درشن
 پھر وہی فاصلے قیامت کے
 پھر وہی زندگی کے ہنگامے
 ساتھ تیرے گزاریں جو گھڑیاں
 انبساط و نشاط سے لبریز !
 انھیں گھڑیوں کی یاد آئے گی
 یاد آئے گی اور رُلائے گی
 گاؤں سے تیرے جا رہی ہوں میں
 دل ہے غمناک ، پلکیں بھگی ہوئی
 اے مرے میزبان ، خدا حافظ
 جانِ من ، ہر بان ، خدا حافظ

آپ

چاند دیکھا تو آپ یاد آئے
 چاند بھی کیسا، چودھویں کا چاند
 آپ کی صرف کچھ جھلک سی تھی
 ورنہ نسبت ہی آپ سے کیا ہے
 چاند مدھم بھی داغ دار بھی چاند
 چاند کی چاندنی بھی چار ہی دن
 آپ، روشن ضمیر، نورانی
 آپ کا حسن، نقشِ لافانی
 آپ تفسیرِ پاک و امانی
 آپ سے چاند کیا ملائے آنکھ
 جھینپ جاتا ہے دیکھ کر سورج !

بلاوا

مجھے شک تھا کہ بھلا ڈالا ہے
 مجھے غم تھا کہ مرا کوئی نہیں
 یاس و حراماں کے اندھیروں نے مجھے گھیرا تھا !
 اتنے میں آئی صبا، قاصدِ دلکش بن کر
 مہکا مہکا سا سندیلہ لائی
 تیری جانب سے بلاوا لائی
 خود بخود ٹوٹ گئیں زنجیریں
 فاصلے دور ہوئے زلف کی خوشبو آئی
 جھنجھٹا ہٹ سی کسی ساز کی ابھری دل میں
 اور، اک نغمہ جاں بخش نے پیغام دیا
 ”اپنی محفل میں بلاتا ہے کوئی
 یاد کرتا ہے کوئی پے درپے
 کرشن کنھیا - پریم اوتار“

بے خودی !

سر تسلیم جھکاؤں میں ترے قدموں میں ؟ !
 میں نے ایسا ہی کیا جب بھی ملے تیرے قدم
 گرچہ خود داری نے ہر بار مجھے روکا ہے !
 خاک ، قدموں کی بنی میری جبین کا ٹیکہ
 آفتاب و مہ و انجم کی دمک تھی جس میں
 ایسا محسوس ہوا عرش بریں پر میں ہوں !
 بے خودی جیت گئی ، ہوش اڑے ، آنکھ کھلی

رنگ

کیا جے اب مرے دل پر کسی آواز کا رنگ
 رچ گیا ہے مری ہستی میں ترے ساز کا رنگ
 تو نے ہی مجھ کو سکھایا ہے محبت کا سبق
 شانتی، خامشی، الطاف و مروت کا سبق
 اب ترے رنگ میں ڈوبا ہے مراد دل اے دوست
 رنگ کوئی نہیں خوش رنگ بجز تیرا رنگ
 رنگ رخسار ہے تیرا عجب انداز کا رنگ
 دلربا پھول سا نکھرا ہوا کندن جیسا!
 کیا ملی تجھ سے نظر، رنگِ زمانہ بدلا
 غمِ ہستی، غمِ دوراں کا فسانہ بدلا
 اسے کہتے ہیں کسی صاحبِ اعجاز کا رنگ
 طاہرہ، دوستوں سے "دوست" نہیں ہے غافل
 چشمِ محبوب میں ہے ہمد و ہمراز کا رنگ

دُور اُفتادگی

دُوریاں ، دُوریاں ، درمیاں آگئیں
 کوئی جادہ نہیں ، کوئی رہبر نہیں
 کوئی کشتی نہیں ، کوئی ساحل نہیں
 تیری بستی کہاں ہے نہیں کچھ خبر
 ہائے بے چارگی ، دُور اُفتادگی !
 دُور اُفتادگی ، جاوداں درمیاں
 جستجو جستجو ، رایگاں رایگاں
 صرف اتنا پتہ ہے کہ میں "یاد ہوں
 دُور میری پہنچ سے بہت دُور بھی
 تذکرہ میرا ہوتا ہے اکثر کہیں
 بزمِ سچتی ہے جب شمعیں جلتی ہیں جب
 کوئی محسوس کرتا ہے میری کمی !
 نام لے کر میرا اپنے ہی آپ سے
 کوئی کہتا ہے ۔ " اُف دُور اُفتادگی "
 دُوریاں دُوریاں ، بیکراں جاں ستاں
 دُور اُفتادگی ، دُور اُفتادگی !

اودا جادو

ریشمیں، اودے، چمک دار، گلوں کے گچھے
 یوں نظر آتے ہیں جیسے کہ کسی گیت کے بول
 کسی بربط کی نواؤں کے وسیلے ٹکڑے
 کسی نقاش کی رنگیں نظری کے قصے
 ”جیکر نڈا“ یہ قیامت کی بہار آئی ہے
 پھول ہی پھول ہیں پتوں کا کہیں نام نہیں
 باتے کیا حسن سے بھر پور ہے یہ نظارہ
 حکمراں آج فضاؤں میں ہے اودا جادو!

مارچ کا مہینہ

مارچ کا مہینہ ہے خوش گوار سا موسم
 سردیاں ہوتیں رخصت گرمیاں نہیں آئیں
 آسماں پہ نیلا سٹ، کیف بخشنے والی
 تازگی ہواؤں کی کس قدر نشاط آور
 پھول کا فسانہ ہے، رنگ پر زمانہ ہے
 مارچ کا مہینہ ہے، جس سے پیار ہے مجھ کو
 دل دھڑک اٹھا ہے پھر غزلیں یاد آتی ہیں
 گنگناتی رہتی ہوں کیا بتاؤں کیا کچھ
 پاؤں خود بخود مرے آج کل ہیں جنبش میں
 تال، سر، کی گونجیں ہیں منتشر فضاؤں میں
 زندگی ترنم ہے، سانس سازی کی اک گت
 آہ و نالہ و شیون۔ تان، راگ اور سمرگم
 تلخیاں بھی ماضی کی گھنگھروں کی چم چم چم
 ہو گیا ہے جادو سا، مارچ کا مہینہ ہے

طلسم حیات

بلند یوں سے غلار کی عجب سماں دیکھا
 رواں تھا اشکوں کا دریا ئے بیکراں کہ نہ پوچھ
 بھنور تھے، موج و نہنگ و تلاطم و طوفاں
 مگر سفینہٴ مستی، خرام ناز میں تھا
 تھپیڑے کھاتا ہوا ڈگمگاتا، لہراتا
 نشے میں چور ہو جیسے کہ کوئی دیوانہ
 سمجھ میں میری نہ آیا کہ اس کا راز ہے کیا
 بڑھاپا ہی جاتا ہے ہر حال، کاروانِ حیات
 صدایہ غیب سے آئی کہ بے خبر ہو تم
 اسی کا نام ہے جادوئے زیست، جدوجہد
 زمانہ کیسے گزرتا ہے دشت و گلشن سے
 پلِ حیات سے تم بھی اسی طرح گزرو

پیام

مرزدہ ملا کہ آپ ہیں دلی کے میہماں
 میرا سلام آپ کی خدمت میں مہرباں
 بادِ صبا گواہ ہے میں ہوں جہن میں قید
 دلی ہے دور میرے لئے میں دکن میں قید
 تو آئے اور میں ترا درشن نہ کر سکوں
 آنکھوں کو تیری دید سے روشن نہ کر سکوں
 کیا سخت امتحاں ہے مرے ضبط و صبر کا
 شہکار ہے فلک کی شقاوت کا جبر کا
 مجبوریوں نے آج بھی مجبور کر دیا
 محرومیوں نے پھر مجھے محصور کر دیا
 لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ آئیگا
 اللہ جب مجھے بھی کسی سے ملائے گا
 ہے انتظار، طاہرہ، تجدید دید کا
 سب سے بڑی جو عید ہے اس روز عید کا

سرحد کے قریب

حد سے باہر نہ نکل جاؤں کہیں حد کے قریب
 ان دنوں گھر ہے مرا دوست کی سرحد کے قریب
 جذبہ دل میں اثر کچھ بھی نہ تھا کچھ بھی نہ تھا
 ورنہ آجاتے وہ کھنچ کر کبھی سرحد کے قریب
 اُن سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتی
 ٹوک بیٹھیں گے نگہبایاں جو میں سرحد کے قریب
 آتی رہتی ہے ہواؤں میں مہک پھولوں کی
 آہ گلزار ہے شاید کہیں سرحد کے قریب
 قرب نے اور بھی دُوری کا دلایا احساس
 کس قدر دُور ہوں میں گرچہ ہوں سرحد کے قریب
 طاہرہ ، ان کی یہ بیداد ہے کتنی پیاری ،
 ہم سے ملنے نہیں وہ رہتے ہیں سرحد کے قریب

پہ چشمہ وجد و انبساط

(نذرِ اقبال)

چشمہ وجد و انبساط ہے تو !
 جنتِ گم شدہ کا نور۔ نکھار
 جنتِ گم شدہ کی خوشبوئیں
 کیف اور نسیم کے جھونکے
 دھیمی دھیمی سی روشنی کی تہیں
 میٹھی میٹھی ستار کی جھنکار
 جامِ کوثر کی پاک سرمستی
 دلِ رادھا کی والہانہ پکار
 کرشن کی بانسری کی دلکش تان
 رام کا ضبطِ غم۔ وقار۔ جلال

زلف سیتا کے پیچ و خم - ہیکار
 ہر زمانے کے عشق کی گرمی
 ہر زمانے کے حسن کا جادو
 سب تری شخصیت کے پہلو میں
 چشمہ وجد و انبساط ہے تو !



عید الفطر

طاہرہ، عید کا حاصل ہے خلوصِ باہم
ورنہ تہوار منانے کی بھی حاجت کیا ہے
دل اگر مل نہ سکے، اور گلے مل جائیں!
اس طرح ڈھونگ رچانے کی ضرورت کیا ہے

جب اخوت ہی کے احساس سے دل ہو خالی
عید پھر عید نہیں، صرف ریاکاری ہے
کھانے پینے ہی کی حد تک ہو اگر مقصدِ عید
لذتِ نفس، شکم پروری، بیماری ہے

عید ہے رُوح کی صیقل کا سنہری موقع
 کسی ہمسائے کا ٹوٹا ہوا دل، شاد کرو
 عید میں عید کی لذت ہو دو بالابے شک
 قیدِ غم سے کسی در ماندے کو آزاد کرو

خود پہن اوڑھ کے گر عید منائی ہم نے
 یہ تماشہ ہے، بناوٹ ہے خود آرائی ہے
 کوئی ننکا ہو کہ بھوکا ہو بلا سے اپنی
 دل میں ہوں ایسے خیالات تو رسوائی ہے

عید ہوتی تھی نبیؐ اور نبی والوں میں
 چند خرموں ہی پہ موقوف تھا خوانِ نعمت
 خدمتِ خلق سے ہوتی تھی مسرت حاصل
 بے نواؤں کی خبر گیری تھی ان کی خصلت

الوداع

(عورتوں کا بین الاقوامی سال ۱۹۷۵ء)

کتنا افسوس ہے رخصت ہوا اک سال عظیم
 سال وہ سال کہ جس سال پہ حق تھا اپنا
 عورتیں ناز سے کہتی تھیں یہ سال اپنا ہے!
 چاند اپنا ہے ستارے اپنے
 کہکشاں اپنی ہے سورج اپنا
 سبز پچھتر میں ہوا ہے معراج!
 ساری دنیا پہ ہے عورت کا راج!
 دیکھتے دیکھتے ہی ختم ہوا یہ سپنا
 کتنی خوش فہمی تھی اپنی بابت
 ہم یہ سمجھے تھے کہ بس افضلِ خلقت ہم ہیں

چند روزہ ہی سہی وقت پر ہم چھا تو گئے !

ہمت زن کے کئی رنگ بھی دکھلا تو گئے !

سنہ پچھتر کی خدا حافظی آسان نہیں

پلکیں بھیگی سی ہیں کچھ دل بھی ہے بھاری بھاری

اور بے ساختہ ہوتا ہے زباں سے جاری

”حیف و رشیم زون صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد“

قسمت

(سائٹٹ)

لے کے پیدا ہوئی دلِ شاعر
میری قسمت کا تھا یہی ورثہ
اس لئے ہوں غموں میں آسودہ
دشتِ پیماؤں کی بھی ماہر
مرے رُخ پر سدا تبسم ہے
گرچہ زخموں سے چور چور ہوں میں
آہ و نالے سے دور دور ہوں میں
لب پہ رقصاں مرے ترنم ہے
زندگی میری لالہ احمر
جس میں شامل ہے رنگِ خونِ جگر
نور افشاں ہیں میرے قلب و نظر
کیا کروں آرزوئے لعل و گہر
مجھ سے رونق ہے خارزاروں میں
بین مرے کچھ نہیں بہاروں میں

ظلمتوں کے باشندے

(سائینٹ)

کتنے زشت خُوالساں، اہرمن سے ملتے ہیں
 سو طرح سے چاہا ہے چھین لیں اُجالوں کو
 لاکھ کوششیں کی ہیں لوٹ لیں بہاروں کو
 پھر بھی شمعیں روشن ہیں پھر بھی پھول کھلتے ہیں
 ظلمتوں کے باشندے، نور و رنگ کیا جانیں
 ناشناس گوہر ہیں کنکروں کے شائق ہیں
 خار و خس کے سوداگر، خار و خس کے لائق ہیں
 نغمگی سے بیگانے، نئے و جنگ کیا جانیں
 رہزموں کے مڈمی دل ٹھوکر ہیں ہی کھاتے ہیں
 حق کے راستے میں جب سنگ بن کے آتے ہیں
 اہرمن کے ہم مسلک، گرچہ ڈر دکھاتے ہیں
 دھمکیوں کے پروے میں خود ہی سہمے جاتے ہیں
 روشنی پہ تاریکی فتح پا نہیں سکتی!
 حق کے روئے روشن پر آنچ آ نہیں سکتی!

تاج محل

زلفِ ممتاز کا خم ، تاج محل
 ایک شہنشاہ کا غم ، تاج محل
 موت کا حُسن ، حسین تاج محل
 حُسن کی موت ، حسین تاج محل
 چاندنی رات کا دل تاج محل
 سنگِ مرمر کی پری تاج محل
 چار سو سال کی الفت کا نشان
 ہجر کے اشکِ تقدس کا نشان
 نوعِ انساں کی ہے عظمت تجھ سے
 ترے اطراف نظر آئی نرالی دنیا
 عاشقوں ، شاعروں ، فنکاروں کی ڈھالی دنیا
 اے حسین تاج محل تاج محل

نام حسینؑ

اہل دل کی زندگی
 درو مندوں کی دوا
 امن والفت کا پیام
 حق کا اعلانِ قضا
 مرجبا نام حسینؑ !!
 دلربا نام حسینؑ !!
 کس قدر کیف آفریں
 مرکزِ خوشبو و نور
 ہر زمانے کے لئے
 باعثِ فخر و غرور
 مرجبا نام حسینؑ
 دلربا نام حسینؑ

غیر فانی داستان
 نسلِ انساں کا وقار
 خون میں ڈوبا ہوا
 پھول اک جانِ بہار
 مرجبا نام حسینؑ
 دلربا نام حسینؑ

کرشن کنھیا

مری کی تان سُنا جا
 پھر پیار کا جادو جگا جا
 دل ہے اپنا اُجڑی بستی
 ظلمت میں ڈوبی ہے، سستی
 پھول میں رنگ نہ ہے میں مستی
 پریم ہے مہنگا، نفرت سستی
 اندھیاروں میں ویپ جلا جا !
 کرشن کنھیا آ جا
 سالو لا سندر مکھڑا دکھا دے
 کاندھوں پر زلفیں بکھرا دے
 جھوم کے ایسی غنسی، بجا دے
 جیون کی الجھن سلجھا دے

پھر پیار کا جا دو جگا جا !
 کرشن کنھیا آجا !

جائے خزاں آجائے بہاراں

ہو جائے کچھ ایسا سماں

روح میں ہوں پھر شمعیں فروزاں

انساں پھر بن جائے انساں

دنیا کو بہشت بنا جا !

کرشن کنھیا آجا !



قلی قطب شاہ کے نام

اے قلی، شاہِ دکن، شہر ہے تیرا باقی
 یاد گاریں تیری باقی ہیں محبتِ زندہ
 نام تیرا سفرِ فرست رہے گا دائم
 جب بھی تاریخ میں دل والوں کا نام آئے گا !
 تو نے دولت کا سنہارا نہ لیا
 تو نے طاقت کا سنہارا نہ لیا
 شاہ ہو کر بھی تجھے پیار تھا انسانوں سے
 تو نے ہر مذہب و آئین کی عزت کی ہے
 اپنے انداز میں اک خاص عبادت کی ہے
 تو رعایا سے الگ تھا نہ کبھی
 حکمران ہو کے بھی محکوم کو چاہا تو نے
 ان کے تیوہاروں کا پوجاؤں کا عیدوں کا شریک

تیرے سینے میں تھا فن کار کا دل
 تیری نظریں متلاشی تھیں حسین منظر کی
 خواہ وہ "بھاگ متی" ہو کہ ہو وہ قوسِ قزح
 حسن، وجود تھا اور حاصلِ زیست
 تیری رگ رگ میں تھا شاعر کا لہو
 تیری رنگین خیالی کا ہے شاید اعجاز
 شہر، رنگیں ہے ترا، بانی شہر
 حیدر آباد میں دل والے ابھی بستے ہیں
 اب بھی باقی ہیں یہاں شعر و سخن کے چرپے
 بانی شہر، تری ریت نہیں بدلی ہے
 اب بھی اس شہر میں الفت کا چلن باقی ہے

نوائے محمد علی قطب شاہ

دکن کے ذرے ذرے میں ہے میری داستانِ باقی
 دلوں میں ہوں بشکلِ شاعرِ رنگیں بیاں باقی
 بڑے ہی شوق سے میں نے سجایا تھا نشیمن کو
 میں خود باقی ہوں جب تک ہے میرا یہ گلستاں باقی
 وہی ہے نقشِ لافانی دلوں پر جس کا سکھ ہو
 نہ کوئی جہنگجو باقی نہ کوئی حکمراں باقی
 محبت، مذہب و ملت سے بالاتر ہے میرا یہ
 وہی جنت کا خطہ ہے محبت ہے جہاں باقی
 مروت، پیار، ولداری ہے مسلک اب بھی لوگوں کا
 خدا کا شکر ہے میری روایت ہے یہاں باقی
 مسلمان اور ہندو میرے ہی دل کے ہیں دو ٹکڑے
 رہیں شیر و شکر بن کر ہمیشہ شادماں باقی!
 یہ شہرِ حیدر آبادِ حسیں ہے طاہرہ و لکش!
 اسی کے نام سے ہے عزتِ ہندوستان باقی

نمایش نوادر عہد قطب شاہی دیکھ کر

حسین و جاذب و رنگین قطب شاہی نوادر ہیں
 نمایش ہے تمدن کی بڑے دلکش مناظر ہیں
 نقوش عہد ماضی، افتخارِ عصرِ حاضر ہیں
 مرقعے میں حسینوں کے مساجد ہیں، مقابر ہیں
 ادھر آو، ادھر دیکھو یہاں نایاب چیزیں ہیں

ہیں مخطوطات بھی نادر کتابیں بھی ہیں لاثانی
 جھلکتا صاف ہے اسلوب میں اندازِ ایرانی
 ہر اک شے کہہ رہی ہے، تھی تجمل کی فراوانی
 قطب شاہی زمانہ تھا سراسر دورِ رومانی
 ادھر آو، ادھر دیکھو، یہاں نایاب چیزیں ہیں

”خدا دراک سے باہر میں باتیں عشق و ہستی کی
 ”قلی کا نقش کہتا ہے کہ میں نے بت پرستی کی
 مگر پھر بھی بڑی چاہت تھی مجھ کو اپنی ہستی کی
 رعایا کی خوشی گویا خوشی تھی میری ہستی کی
 ادھر آؤ، ادھر دیکھو، یہاں نایاب چیزیں ہیں

سواری کے نمونوں میں ہے خود ایک داستان باقی
 مکیں سب چل بسے لیکن ابھی تک ہے لکھاں باقی
 کئی صدیاں ہوئیں پھر بھی ہے نقش کاروں باقی
 قطب شاہی تدن کا ہے کچھ نام و نشان باقی
 ادھر آؤ، ادھر دیکھو یہاں نایاب چیزیں ہیں

میرا شہر

یہ شہر میرا ملک سلیمان سے کم نہیں
 یہ شہر میرا، مرکزِ حسن و جمال ہے
 اس شہر کی ہے رسم، رفاقت کی زندگی
 آپس کا اتحاد، مروت کی زندگی
 یہ شہر آرزو ہے محمد قلی کا شہر
 نغمے کا شعر و علم کا زندہ دلی کا شہر
 کٹھنایوں میں بھی ہے یہاں رونقِ بہار
 کتنی ہی مشکلیں ہوں نہیں کوئی سوگوار
 ہم لوگ وہ ہیں جو غمِ دوراں میں ہیں مگن!
 ہم لوگ وہ ہیں، چاک گریباں میں ہیں مگن!
 دولت نہ ہونہ ہو۔ ولے دل کے امیر ہیں
 شاہوں کو جن پہ رشک ہو ایسے فقیر ہیں

دکن کے کوہسار

ہائے دکن کے کوہسار
ایلیس سے جب گزر ہوا
دیکھا وہ دلربا سماں
آنکھیں نہ تاب لاسکیں
پھر بھی یہ دل نے دی صدا
ہائے دکن کے کوہسار
دیکھے ہیں میں نے بے مثال
آریہ ورش کے پہاڑ
جو ہیں فسانوی وجود
روح فزا، نظر نواز
پھر بھی یہ دل نے دی صدا
ہائے دکن کے کوہسار !

سلسلہ ہمالیہ، دست خدا کا شاہکار
لطفِ نظارہ جمال
قید بیاں سے بے نیاز
پھر بھی یہ دل نے دی صدا
ہائے دکن کے کوہسار
سانو لے اور سدا بہار

کشمیر

صبح ہے صبح دل کشا شام ہے شام دل نواز
 وادی کا کشمیر کے شام و سحر فسون طراز
 گرچہ مرا گذر ہو آدوارِ خزاں کے ساتھ ساتھ
 پھر بھی مری نگاہ نے پایا فصلِ گل کا راز
 یوں تو دلِ حزین کو ہے رنگِ خزاں بہت عزیز
 فصلِ خزاں میں لطفِ خاص، بادِ خزاں میں سوز و ساز
 پیلی۔ سنہری رنگتیں، کوہِ دامن میں ہر طرف
 سرو و چنار سُرخ سُرخ پہنے ہوئے قبائے ناز
 آبِ رواں پہ کشتیاں جیسے چین میں تتلیاں
 باغِ نشاط۔ شالیمارِ جنتِ محفلِ مجاز
 آنکھ اٹھے جدھر، اُدھر۔ حسن ہی حسن جلوہ گر
 کیسی ہے مشکبوز میں۔ کوہ ہیں کتنے سرفراز
 وادیِ حسن کی کششِ طاہرہ۔ کیا بیاں کروں
 خطِ کشمیر ہے شعرِ فزا، فسانہ ساز

جادۂ نیلگری

یوں جدا آتی ہے پہاڑوں سے
 راہ پر خم سہی مگر ہے حسین
 کہہ رہا ہے یہ ڈوبتا سورج
 زندگی ستم سہی مگر ہے حسین
 حاصلِ عشق گنگنا یا چاند
 رنج پیہم سہی مگر ہے حسین
 مسکرا کر کہا یہ غنچوں نے
 زیست کم کم سہی مگر ہے حسین
 زیر لب کہہ رہی تھی یوں نرگس
 چشم پر خم سہی مگر ہے حسین
 وقتِ رخصت یہ کہہ گئی شبنم
 ہجر اک غم سہی مگر ہے حسین
 طاہرہ، ان کی یاد اور یہ تڑپ
 ایک ماتم سہی مگر ہے حسین

سرحدِ آسام

صوبہ آسام کے بعض سرحدی مقامات دیکھنے پر
جہاں ہند و پاک کے فوجی دستے جھے ہوئے تھے۔

(پنڈ سال قبل)

میں نے آسام کی سرحد پہ تماشہ دیکھا
سوئے ظن سوئے تفاہم کا نتیجہ دیکھا
کہیں پانی پہ ہے جھگڑا تو کہیں مچھلی پر
گولیاں چلتی ہیں دہقانوں کی یگڈنڈی پر
سرحدی لوگ مصیبت میں گھرے روتے ہیں
بے گناہوں پہ ستم حد سے سواہلے ہوتے ہیں
ہند اور پاک کی سرحد کے مجاور میں غریب
بد نصیبی سے ہے طوفانِ بلا ان کے قریب
چھوڑ کر جھونپڑے اپنے کہیں چھپ جاتے ہیں
اور جب شورشیں تھکتی ہیں تو پھر آتے ہیں
کس طرح چھوڑ دیں گھر کھیت کو آسانی سے
زندگی گرچہ گذرتی ہے پریشانی سے

دونوں ملکوں کے ہیں آسودہ وزیر اور امیر
 انھیں کیا غم جو کچل جائیں کہیں چند فقیر
 لیڈری خوب چمکتی ہے جب ہنگامہ ہو
 جنگ چھڑ جائے تو نیناؤں کا دل ٹھنڈا ہو
 ہند اور پاک کے مظلوم غریبوں جاگو
 خانہ جنگی ہے بری نام سے اس کے بھاگو
 آؤ! ایک دوسری دنیا نئی آباد کریں
 زخمِ دل کے لئے مرہم کوئی ایجاد کریں
 کفر و ایمان کے جھگڑے نہیں اپنا مسلک
 ہم غریبوں کا فقط پیار ہے سچا مذہب
 ایک ہی ذات ہے دنیا کے کسان اور مزدور
 کر سکے ان کو جدا کس میں ہے اتنا مقدور
 منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
 رنج و راحت غلش و حسرت و ارمان بھی ایک
 دونوں ہمسایوں میں الفت کے ہوں رشتے آمین
 طاہرہ دور ہوں آپس کے یہ جھگڑے۔ آمین۔

ہند پاک نامہ و پیام کی بحالی

اے دوست کیا غضب ہے کہ سب راستے تجھے بند
 برسوں پیام و نامے سے محروم ہم رہے !
 پھر بھی کبھی کبھی کسی انجان سمت سے
 تیرا سلام لطف مجھے دفعتاً ملا ۔
 جس سے ہوا سکوں کہ ترے دل کے ہوں قریب
 کتنے ہی فاصلے ہوں بھلایا نہیں تجھے !
 لیکن یہ کیا ستم ہے کہ جب بند شیں گھلیں
 رشتے ہوئے بحال پیام و سلام کے
 آنکھوں میں میری اشکوں کا طوفان ہے کس لئے
 اے مرے غمگسار ! بتا کیوں خموش ہے ؟

کیا بات ہے تیرا کوئی نامہ نہ نامہ بر !
 بیتاب ہوں میں ماہی بے آب کی طرح
 ”جی چاہتا ہے نامہ ولد ار کھولنا !“

مذت سے میری بزم میں رونق نہیں کہیں
 کس درجہ آرزوئے چراغوں ہے آج کل
 اے دوست تیرا نامہ ، مسیحا سے کم نہیں
 لہ۔ جلد پوچھ کہ کیسا ہے میرا حال
 سچ مان ۔ مضطرب ہوں میں اے مرکز خیال

ہندوپاک ٹرین کی بحالی پر

ہندوپاک سرحدیں
 اب ہیں آج پھر گلے
 سے ہیں پھر سے فاصلے
 خدا کرے یہ دوستی ہمیشہ دوستی رہے

یہ خوفناک سرحدیں
 بنی تھیں نفرتوں کا گھر
 یہاں لٹے تھے قافلے
 یہاں بہا تھا خونِ دل
 مگر نیا سفر ہے اب
 نئی سحر نئی کرن
 دلوں کے زخم بھر گئے

وہ راستے جو بند تھے
 وہ کھل گئے ہیں یک بیک
 سندھیہ پیار کا لے
 بہار کی ہوا چلی
 گلے ملی ہیں سرحدیں
 زمین ہندوپاک کی
 نیا سفر نیا سحر

سائرس اعظم

(۲۵۰۰ سالہ جشن شہنشاہیت ایران کے موقع پر)

آریہ دیش کا کہتے ہیں تجھے
 آریہ قوم کا کہتے ہیں تجھے
 تجھ پر ایران بے نازاں کہ تو ایرانی ہے
 تو نے بے شک لیا ایراں میں جنم
 لیکن اسے دوست، تجھے قید کریں - زیب نہیں !
 تو اک انسان ہے ملت سے وطن سے آزاد
 تو ہے انسانِ عظیم !
 دیوتاؤں کو بھی ملتا نہیں ایسا مذہب
 روپ میں شاہ شہاں ہے ولے دل میں درویش

تو نے الفت کا جگا کر جا دو
 ساری دنیا پہ کیا ہے احساں
 تو نے انسان کو بخشی عظمت
 تو نے آزادی کی دیدی دولت
 تو نے بتلادیا کہتے ہیں کسے "رام کاراج"
 آج تک نقش قدم روشنی دکھلاتے ہیں
 سائرس۔ آج بھی دنیا کو ضرورت ہے تری
 درد کے ماروں کو اُفتادوں کو حاجت ہے تری

محبانِ الجیریا کے نام

ہو رہے ہیں مدتوں سے ظلم و ستم و افلاک کے
 ہیں فسانے غم فرا الجیریا کی خاک کے
 ہر ادیب و شاعر و فن کار کا دل خون ہے
 فکر پر پہرے بٹھا دینا عجب قانون ہے
 سامراجی ظلم سے الجیریا۔ ناشاد ہے
 جو بھی آزادی کا حامی ہے وہاں برباد ہے
 دل نہ چھوٹا کیجئے، ہے سخت گرجہ امتحاں
 مرد میدان جھیلے ہیں ہر طرح کی سختیاں
 ہر زمانے میں ہوئے آزاد گلاں، وقف الم
 ابنِ مریم، ابنِ زہرا، سب پہ ٹوٹے ہیں ستم
 فخر کا باعث یہ ہے، ظالم نہیں مظلوم ہیں
 آپ ہیں اہلِ قلم۔ فن کار ہیں، معصوم ہیں

یاد رکھیے فتح و نصرت آپ ہی کے ساتھ ہے
 چارہ جوئی خود بخود بے پارگی کے ساتھ ہے
 مسکرا کے کاٹ لو قیدِ زماں، قیدِ مکاں
 بے غلامی سے کہیں بہتر اگر جائے بھی جاں
 طاہرہ، آزادی و عظمت بشر کی زندہ یاد !!
 سامراجی قوتیں جتنی ہیں ساری مردہ باد !!

آہ! مسجدِ اقصیٰ

آگ یہ کس نے لگائی ہے خدا کے گھر کو ؟
 گھر بھی وہ گھر کہ جسے مسجدِ اقصیٰ کہتے
 وہ تقدّس کا مکاں ، قبلہٴ اوّل صد حیف
 کسی شیطان کی سازش کے تلے
 جل گیا ، لُٹ گیا ، برباد ہوا ، داویلا !
 جو بھی ہے صاحبِ ایمان ، اسے دکھ پہنچا۔
 دلِ مُسلم ہی نہیں سارا جہاں کانپ اٹھا۔
 کس قدر سخت بھیانک ہے یہ جرم
 کبھی تاریخ نہ بھولے گی اسے
 اُف ، یہ بیداو ، یہ ظلم

مغربی ایشیاء

ہاتے کتنے حسین خطے ہیں!

وہ فلسطین ہو، شام یا لبنان

شعرو نغمے کا دل نشین مرکز

گل و بلبل کی سرزمین ایران

رنگ و نگہت خمیر میں ہیں ملے

دل شاعر کی کیفیت کی طرح

کہیں صحرا کہیں گلستاں ہیں

داستانیں ہیں کتنی صدیوں کی

کتنی تہذیبیں ضم ہوئی ہیں یہاں

کتنے پیغمبروں کے نقش قدم

جا بجا ثابت ہیں، مستعد ہیں
 سرزمین علم و فلسفے کی ہے
 آج اس سرزمین پہ آفت،
 آسمانوں سے ہے نزولِ بلا
 گولہ باری، دھماکے و حشتناک
 حشر سے بڑھ کے حشر ہے برپا
 آگ میں جل رہی ہیں تہذیبیں
 خون میں لت پت ہیں گلشنِ صحرا
 رحم پروردگار، رحم ذرا،
 مغربی ایشیاء کا کیا ہوگا ؟

مخدوم

مخدوم دل نواز تبسم کا نام ہے
مخدوم جذب و کیفِ ترنم کا نام ہے
مخدوم لطفِ صبح بہاراں کا نام ہے
مخدوم ہی تلاءِ طم و طوفاں کا نام ہے
مخدوم ماہِ شباب کے نزہت کا نام ہے
مخدوم آفتاب کی مدت کا نام ہے
مخدوم شعروِ نغمے کی وینا کا نام ہے
مخدوم فکر و فن کے سراپا کا نام ہے
مخدوم بے بسوں سے محبت کا نام ہے
مخدوم ظالموں سے بغاوت کا نام ہے
مخدوم اہلِ فوق کے پیارے کا نام ہے
مخدوم ایک عرش کے تارے کا نام ہے

آہ، نصیر الدین ہاشمی

کیا بتاؤں کہ واقعہ ہے کیا
 سانحہ ہو گیا قیامت کا
 اردو دانوں میں ہے بیاماتم
 ہاشمی نے بسایا ملکِ عدم
 ہاشمی اہلِ ذوق، اہلِ نظر
 خدمتِ فن میں عمر کروی بسر
 اک محقق بھی تھے شفیق بھی تھے
 اک بزرگ اور اک رفیق بھی تھے
 ہند کی عورتوں کے حامی تھے
 نئی قدروں کے وہ پیامی تھے
 عورتوں سے انھیں بھی رہبردی
 چاہتے تھے وہ ان کی بہبودی

صنفِ نازک کے رہنا تھے وہ
 نازش و فخر ایشیا تھے وہ
 پائے کس کی نظر و کن کو لگی
 کچھ گئیں کتنی شمعیں محفل کی
 جہاں بانو چھٹیں بشیر چھٹیں
 احمد و زور و شاید رعنا
 ہو گئے شارب و فخر بھی فنا
 ہاشمی نے بھی ہم سے منہ موڑا
 غم میں تپتا ہوا ہمیں چھوڑا
 خاک اڑا خاک سرزمینِ دکن
 چھپ گئے ہیرے تیرے زیرِ کفن



آہ اریب !

(سلیمان اریب کے انتقال پر)

تاریکِ شب ہے، نور کے دھارے چلے گئے
 چشمِ زون میں کتنے ستارے چلے گئے
 ہم سو گوار رہ گئے جینے کے واسطے
 مخدوم اور اریب سے پیارے چلے گئے
 خورِ الجھنوں میں پھنس کے جئے چند اہلِ دل
 اردو کی زلف پھر بھی سنوارے چلے گئے
 کس کی نظر لگی کہ بہاراں کو کھا گئی
 گلشن کے سارے پھول سدھارے چلے گئے
 جن کے دلوں میں دکھ تھا محبت تھی قوم کی
 اُف طاہرہ ! وہ ورد کے مارے چلے گئے

”یارانِ شہر کی رسمِ اجر پر“

ملیے ”یارانِ شہر“ سے ملیے
 طیب انصاری ان کو لائے ہیں
 بڑی رنگیں ہے صحبتِ یاراں
 سانولا پن کہیں کنھیا کا
 ہے صباحت قلمی قطب کی کہیں
 کہیں ”طیب“ کے خود ملاحظت ہے
 خیرہ ہوتی ہیں دیکھ کر آنکھیں
 کس قدر دلربا مرقع ہے
 شمع تہذیب جگمگاتی ہوئی !
 شہرِ خواباں کی ہستیوں کے نقوش
 نسل در نسل ہو گئے محفوظ
 اس سے بہتر بھی ہے کوئی تحفہ ؟

ایک نیپالی خاتون شریتمی پریم سے متاثر ہو کر !

نیک دل، نیک منش، نازنین، شیریں گفتار
 رشک گل، غنچہ دہن، رُوحِ چمن، جانِ بہار
 پیار ہے نامِ تیرا، پیار کے قابل ہے تو
 شعر و نقاشی و موسیقی کا حاصل ہے تو
 تجھ میں شیریں کی صباست تو دمنتی کا جمال
 آنکھ تجھ سے نہ پائے کبھی چشمِ غزال
 تیکھی چتون جو تیری بجلیاں برساتی ہے
 مسکراہٹ سے مکر مودے میں جان آتی ہے
 پھول کھل جائیں خزاں میں جو خراماں آئے
 پیٹی دامن سے ترے موجِ بہاراں آئے

چاند شرمائے اگر دیکھ تری پیشانی
 چاندنی ماند ہو چہرہ پہ ہے وہ تابانی
 سچ بتا تو نے چرایا نہیں پھولوں سے نکھار
 نہیں ساون کی گھٹا سے لیا زلفوں نے اُدھار
 تجھ میں زیبائیاں آئی ہیں فلک سے کتنی
 تو نے رنگینیاں پائی ہیں دھنک سے کتنی
 قلبِ شاعر کی طرح پاک ہے سیرت تیری
 بے نیازی ہے چلنِ سادگی فطرت تیری
 تیرے دل میں نہ کپٹ اور نہ بناوٹ نہ فتور
 پیار ہے نام تیرا، پیار ہے تیرا دستور
 تجھ کو اللہ نے کتنی بڑی نعمت دی ہے
 روپِ پریوں کا فرشتوں کی سی خصلت دی ہے
 ہندو نیپال کی تہذیب کا سنگم ہے پریم
 طاہرہ، سچ تو یہ ہے حسنِ مجسم ہے پریم

ویلنٹینا

(دنیا کی پہلی خاتون خلائی مسافر)

ویلنٹینا، مبارک ہو، خلاؤں کا سفر تجھ کو
 مجھے دُریے نہ لگ جائے زمانے کی نظر تجھ کو
 جواں بہت، جواں قسمت، حسین و نوجواں عورت
 زمیں کی حور، ماہ و کہکشاں کی میہاں عورت
 مبارک، مثل شاہیں رفعتوں پر تیرا منڈلانا
 مبارک، آسماں پر پرچم نصرت کا لہرانا
 مبارک، صنفِ نازک کی جسارت کا نشان بننا
 مبارک، رہنما بننا، امیرِ کارواں بننا
 ویلنٹینا، بتا ہم کو بھی، کیا کیا دیکھ آئی ہے
 بشر کے واسطے مرہ بھی کوئی ساتھ لائی ہے

ستاروں نے دیا بھی ہے کوئی پیغام، تابندہ !
 کسی سورج نے تحفہ کوئی بھیجا ہے، درخشندہ !
 فلک نے کیا سنایا ہے فسانہ، بختِ انساں کا
 قمر نے کوئی ڈھونڈھا ہے مداوا، رنجِ دوراں کا
 ”خلا“ سے کیا نظر آیا تجھے انساں کا مستقبل؟
 کوئی کشتی کوئی ساحل کوئی جاوہ کوئی منزل؟
 پتہ کچھ چلی سکا کب تک سویرا ہونے والا ہے
 کبھی دنیا سے رخصت بھی اندھیرا ہونے والا ہے

نذرِ مہ لقا چندا

(اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ)

دو صدی بعد بھی تجھے 'چندا'
 حیدر آباد یاد کرتا ہے
 حیدر آباد پر ہے کیا موقوف
 اک جہاں تجھ کو یاد کرتا ہے
 شعر و نغمہ - ادب کے حلقوں میں
 تیری مہکاو - تیرے چرچے ہیں
 بذلہ سنجی تری - تری شوخی
 تیری فیاضی تری قدرِ ہنر
 حسن سے پیار اور شعورِ فن
 تیری ہر اک ادا مثالی ہے

یوں تو خود کم نہ تھی قیامت سے
 کوئی کہتا تھا ماہِ کوئی "چاند"
 پھر بھی فانی ہے حسنِ جسمانی
 حسنِ خدمت ہے تیرا۔ لافانی
 ناز کرتا ہے جس پہ ملکِ دکن !
 فن سے فنکار زندہ رہتا ہے
 اس حقیقت کو پار ہے میں ہم
 مہلتاً۔ آج بھی ہے تو زندہ !!



لیلیٰ خالہ

(فلسطینی مجاہدہ)

حسین و ناز نہیں لیلیٰ ، بہادر نوجواں لیلیٰ
 کبھی شعلہ ، کبھی شبہم ، کبھی برق تیاں لیلیٰ
 فلسطینی مجاہد ، صنفِ نازک کی نمایندہ

رہے عزمِ جواں تیرا سلامت اور پائندہ
 تو "درگاہ" ہے تو شکستہ ہے تو سیتا ہے تو ہی مریم
 جہاں تجھ سی کوئی عورت ہو پھر اس ملک کو کیا غم
 تو لیلیٰ ہے مگر مجنوں کا تو نے روپ دھارا ہے
 خود اپنی زندگی سے بڑھ کے تجھ کو دلش پیارا ہے
 جیالی ، سر بکف جھانسی کی رانی پھر ہوئی زندہ
 بہت مدت کی ایک بھگولی کہانی پھر ہوئی زندہ

درون خانہ کی شاعری

(المیہ)

صحن کے گوشے میں تھا لمبا درخت
گھونسلا کوٹے کا تھا جس میں چھپا
چین سے کوٹے کا جوڑا تھا وہاں
کھانا، پینا، اڑنا اور رہنا ممکن
زندگی، زندہ دلی کا نام تھا
خود بخود وہ پیڑ جو تھا سر بلند
خشک ہو کر رہ گیا
کچھ گرمیاں ایسی پڑیں
کاٹ دینا ہی پڑا لمبا درخت
گھونسلا کوٹے کا نیچے گر پڑا

ایک بچہ جس میں تھا دبکا ہوا
 اس کے پر پرزے ابھی پھوٹے ہی تھے
 باپ ماں کے تھا وہ زیر پرورش
 خود مگر اڑنے کے وہ قابل نہ تھا
 خانماں برباد جوڑا مضطرب
 غل مچاتا نالہ و شیون کناں
 پاس ہی پھولوں کے ایک منڈوے تلے
 رینگتے بچے کو لے کر اپنے ساتھ
 ایک کونے میں فروکش ہو گیا
 اور اپنے ننھے بچے کے لئے
 باری باری سے غذا لاتا رہا
 آشیاں بکھرا پڑا تھا سامنے
 ڈرتھا بچے پر نہ آنچ آئے کہیں
 دو پرندے کس قدر حیراں تھے
 میرے گھر کے صحن کا یہ المیہ
 ایک مدت تک خیالوں پر مرے چھایا رہا !

درون خانہ کی شاعری

(آم)

میری پیشکی نے آم والے سے
 لے لئے آم، جتنا دل چاہا
 میں نے جب اعتراض اس پر کیا
 ”سخت ہنگے ہیں آم اب کے سال
 اتنی افراط سے نہ لو، سودا“
 شوخ لڑکی یہ بولی اتر کر
 چچا غالب کو بھی پسند تھے آم
 ان کا یہ قول ہے بہت مشہور
 ”آم میٹھے ہوں اور ڈھیر سے ہوں“
 آپ قیمت چکائیے، لیکن
 ہم کو مطلب ہے آم کھانے سے !

درون خانہ کی شاعری

(میرا گھر)

میرا اک گھر ہے خوش نما سا گھر
 حوض ہے صحن میں بڑا دلکش
 رقص کرتا ہے جس میں فوارہ!
 پھلیاں بھی تھرکتی رہتی ہیں۔
 پھول کی کھاریاں ہیں قوس قزح
 تسلیاں، بھونرے، چڑیاں آتی ہیں
 ساز، سنگیت، شعر، سب ہیں یہاں
 غزلیں، حافظ کی مسکراتی ہیں!
 پھر بھی لوگوں کو اعتراض ہے یہ
 کیوں نہیں وقت کرتی میں فساح
 ان کی صحبت میں ان کی گپ شپ میں
 بعض اجباب مجھ سے پوچھتے ہیں
 "گھر سے اکتاتی تم نہیں کیونکر؟"

ہم اگر ایک شام گھر پہ رہیں
 ہوتے ہیں اپنے آپ سے بیزار
 اور الجھ بیٹھتے ہیں آپس میں،
 سن کے روداد ان کی ڈرتی ہوں
 خود بخود دل ہی دل میں کہتی ہوں
 شکر صد شکر میں نہیں بیزار
 اپنے گھر، اپنے کنج عزالت سے
 کس قدر نعمتیں ہیں میرے لئے
 میرا گھر، گھر میں کام، کام میں دل
 "میز" میری کتابیں، میرا قلم!
 شانتی ملتی ہے مجھے گھر میں
 گھر وہ جس میں ہیں ذمہ داریاں بھی
 کبھی کچھ تلخیاں بھی آتی ہیں!
 خواہ کتنے ہوں پھول آنگن میں
 زندگی فرش گل نہیں ہوتی!
 میرے خونِ جگر سے ہے رونق
 میرے گھر بار میرے گلشن کی

تم سے کیوں ڈر لگتا ہے ؟

(ٹالمین کی نظم کا ترجمہ)

نہ جانے تم سے مجھے خوف کیوں ہے ڈر کیوں ہے
 تمہیں تو پھول کی مالاؤں سے سجایا گیا
 تمہارے گن تو زمانے نے گائے ہیں بے حد
 تمہاری شان میں لکھے گئے قصیدے کئی
 تمہاری دانش و حکمت ہے مستند بے شک
 تمہارے وعدہ نبھانے کی بھی ہے دھوم بڑی
 تمہارے نقش قدم ہیں نشانِ عزت و جاہ
 تم اک عقاب ہو جس نے پناہ دی اکثر
 پروں کے سائے میں کتنے گناہ گاروں کو
 مگر میں

پیس کے دانتوں کو بڑبڑاتے ہوئے

تمہارے حُسن جہاں تاب کی بلندی پر
 عجیب طرز سے اظہار رائے کرتا ہوں
 یہ جانتے ہوئے تم بن رہے ہو لافانی
 میں پھر بھی تم سے ہوں خائف
 بہت ہی خائف ہوں !
 یہ میرا خوف بہت پختہ اور گہرا ہے



میں نے میں ایک شخص

(ٹالمین کی نظم کا ترجمہ)

میں نے میں نے میں دیکھا ایک شخص
 راکھ کا ہم رنگ جس کا رنگ تھا۔
 اور ہونٹوں پر ہنسی نے کیف سی۔
 فق تھا چہرہ۔ دونوں آنکھیں تھیں سوالوں کے نشان
 ہاتھ میں تھامے تھا وہ جام شراب
 ایک عدد زیتون تھا جس میں پڑا۔
 جام مے لب سے لگایا تک نہیں
 ہاں! مگر زیتون کو اس نے ہلایا بار بار
 ہاں! مگر زیتون کو اس نے گھمایا بار بار
 گردش زیتون کے منظر میں وہ ڈوبا ہوا

گھورتا تھا جام کو کچھ اس طرح
 جیسے اس کے کل سوالوں کے جواب
 جام کی تہہ سے ابھر کر آئیں گے۔
 مل سکا اس کو نہ کوئی بھی جواب
 اٹھ رہے تھے نت نئے لاکھوں سوال !
 سانپ سا بل کھا کے ساتھ ہیبت کے وہ پیچھے ہٹا۔
 میں یہ حالت دیکھ کر ڈر سے سُکڑ کر رہ گیا
 ڈر لگا اس شخص کی نسبت عجب سا ڈر لگا !
 اور کچھ اپنے تعلق سے لرز کر رہ گیا
 اُف۔ نہ پوچھو خوف مجھ پر کس قدر طاری ہوا۔ !



آنسو

(امریکن شاعر ٹاملین کی نظم کا ترجمہ)

چلو ،

تمہاری آنکھ کے گوشے میں آخرش اک اشک
 مقیم ہو ہی گیا، جاگزیں ہو ہی گیا
 یہ اشک ایسا ہے جیسے کہ منجمد بلور
 نہیں ہے جس کی دمک بہر زینتِ عالم
 یہ وہ ہے جو ہے صداقت کا اک نہایت
 تمہاری ذات میں ضم کر چکا ہے اپنے تئیں
 یہ اشک وہ ہے کہ جو تم سے ہی ہے وابستہ
 ہمیشہ ساتھ تمہارے ہے پاسباں کی طرح
 ہنسی خوشی میں بھی شرکت ہے اس کی غم میں بھی
 تمہارا ساتھ نبھاتا ہے کتنا مخلص ہے
 ہزاروں یادوں کو لاتا ہے سامنے اکثر
 تمہارے ساتھ ہی رہتا ہے تم نہیں تنہا !

گروش روزگار

(ٹالمین کی نظم کا ترجمہ)

دن نگل جاتا ہے بڑھ کے رات کو
 رات بھی کر لیتی ہے دن کو ہرپ
 رفتہ رفتہ، دھیرے دھیرے چاب کر
 روز و شب برسوں، کو کر لیتے ہیں ہضم
 اس طرح بس، مچو ہو جاتا ہے برسوں کا وجود
 تہ تہ تاریخ کی پرتوں میں پھر
 خود بخود تبدیل ہو جاتے ہیں سال
 زندگی کے ظلم و استبداد کی یہ چال ہے
 داستان ہے گروشِ ایام کی !

غزلیں

- ۱۔ رنگین نظاروں سے ملاقات نہ ہوگی ، ۱۵۴
- ۲۔ پوچھو نہ کس کو یاد کئے جا رہا ہے دل ، ۱۵۵
- ۳۔ پُر شہِ غم یوں نہ کر لے صاف تڑپانے کا نام ، ۱۵۶
- ۴۔ حیاتِ شوق کا مدفن مجھے بلاتا ہے ، ۱۵۷
- ۵۔ طلوعِ ماہ میں جیسے جمال میرا تھا ، ۱۵۸
- ۶۔ ہم نے اپنے کو خود تباہ کیا ، ۱۵۹
- ۷۔ کیا پلٹ آئیں گے اک روز نہ آنے والے ، ۱۶۱
- ۸۔ خزاں کے دور میں اور موسمِ بہار کی بات ، ۱۶۲
- ۹۔ آگیا ، آنا تھا طوفانِ بلا آخرِ شب ، ۱۶۳
- ۱۰۔ تمہی کسے فرصت کہ کا ندھا دے کوئی روتے ہوئے ، ۱۶۴
- ۱۱۔ کسی نے لطف فرمایا تو ہوگا ، ۱۶۵
- ۱۲۔ زندگی کیا تھی ، بلا ہو جیسے ، ۱۶۷
- ۱۳۔ مدتوں سے بچھا بچھا ہے دل ، ۱۶۸

- ۱۴ - کسے بیگانہ کہے کس کو پکارے اپنا ، ۱۶۹
- ۱۵ - مختصر غریب ریزاں ہے ذرا جلد آؤ ، ۱۷۰
- ۱۶ - مجھے بارڈالاحیات نے میں کروں تو کس کا گلہ کروں ، ۱۷۱
- ۱۷ - فاشی میں شام کی ٹنگلی ہوں رونے کے لئے ، ۱۷۲
- ۱۸ - سنو تو سب کی مگر ، اپنے دل کی کہ نہ سکو ، ۱۷۳
- ۱۹ - نہ جانے کیوں مجھے بھولے فسانے یاد آتے ہیں ، ۱۷۴
- ۲۰ - یہ کون آگیا نظروں میں انتقام لئے ، ۱۷۵
- ۲۱ - ہے زباں سوزِ دل کی زباںِ غزل ، ۱۷۶
- ۲۲ - غم بڑھ گیا ہے آپ کو غم خوار دیکھ کر ، ۱۷۷
- ۲۳ - وہ وقارِ فاتحانہ ، وہ نگاہِ کافرانہ ، ۱۷۸
- ۲۴ - خود خزاں بھی چھو لوں کالے کے ہار آتی ہے ، ۱۷۹
- ۲۵ - کیا ہو گیا نہ جانے ، یہ کیا ہو گئے ہیں ہم ، ۱۸۰
- ۲۶ - بزمِ دوستاں میں یوں دل مرا رہا تنہا ، ۱۸۱
- ۲۷ - بیٹھے بیٹھے یاد آئی ایک شامِ رستاخیز ، ۱۸۲
- ۲۸ - ہاتھوں سے میرے رنگِ حنا کون لے گیا ، ۱۸۳
- ۲۹ - طاہرہ ، خاکِ بداماں ہے ہمیشہ کی طرح ، ۱۸۴
- ۳۰ - چاند کو دیکھ کے جی جاتا ہے دل ، ۱۸۵
- ۳۱ - یوں تو غم مستقل نہیں ہوتا ، ۱۸۶
- ۳۲ - کہوں کیا طاہرہ کھلتی نہیں جیسے زباں اپنی ، ۱۸۷

- ۲۔ ابرجھٹنا نہیں، دن نکلتا نہیں، ہجر کی رات آخر کدھر جائے گی، ۱۸۸
- ۲۔ سارے جہاں میں تو ہی تو اک راز دار ہے، ۱۸۹
- ۲۔ تیر سینے کے پار کرتے ہیں، ۱۹۰
- ۳۔ اٹھو، ورود بہار ال کا اہتمام کرو، ۱۹۱
- ۳۔ چاندنی رات، کتنی پیاری رات، ۱۹۲
- ۳۔ اے مرکز خیال، خیالوں کو کیا کروں، ۱۹۳
- ۲۔ کیا بتائیں کہ کتنے ہیں مجبور، ۱۹۴
- ۲۔ آفتاب اور مانتاب کہاں، ۱۹۵
- ۴۔ دل و نظر کا تماشا بنائے بیٹھے ہیں، ۱۹۶
- ۴۔ ہماری آہ میں شامل ہوئی خوشی کیسے، ۱۹۷
- ۴۔ مسیحا نے ہی گھائل کر دیا ہے، ۱۹۸
- ۴۔ دلاسہ دے کے مجھ کو پُرسش غم کرنے والے ہیں، ۱۹۹
- ۴۔ کس کو تڑپائے گی ماتھے کی شکن میرے بعد، ۲۰۰
- ۴۔ وہ خود بھی رو دیئے آخر رلا کے، ۲۰۱
- ۴۔ غم سے سوزِ حیات باقی ہے، ۲۰۲
- ۴۔ دیارِ دوست کو اشکوں سے لالہ زار کریں، ۲۰۳
- ۴۔ دل بہلتا نہیں بہاروں میں، ۲۰۵
- ۵۔ جنوںِ عزمِ جواں، نسلِ نوجواں میں نہیں، ۲۰۶
- ۵۔ پچھلے پہر پیہا کہیں بولتا رہا، ۲۰۷

- ۵۲۔ سکون مانگا تھا بے تابیاں نہ مانگی تھیں ، ۲۰۸
- ۵۳۔ گھبرا یا نہ سولی سے بھی دیوانہ سا اک شخص ، ۲۰۹
- ۵۴۔ محفل حسیناں میں آپ کی تھی جا خالی ، ۲۱۰
- ۵۵۔ موت کیا راز ہے بتلاؤ کہ کچھ رات کٹے ، ۲۱۱
- ۵۶۔ یہ کیا ستم ہے کسی کو کسی سے پیار نہیں ، ۲۱۲
- ۵۷۔ مہلت حسن ہے کتنی گل تر سے پوچھو ، ۲۱۳
- ۵۸۔ بازار جہاں میں لالہ رُخاں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے ، ۲۱۴
- ۵۹۔ ان کا لطف و کرم رہے نہ رہے ، ۲۱۵
- ۶۰۔ یہ کائنات مگر محفل حبیب نہیں ، ۲۱۶
- ۶۱۔ یاد تمہاری صبح بہاراں ، ۲۱۷
- ۶۲۔ آتما ، مندر ، گھپ اندھیارا ، ۲۱۸
- ۶۳۔ چاہت کے باوجود نہ اونچی ہوئی نظر ، ۲۱۹
- ۶۴۔ شوخی تو خیر دیکھو چارہ گر پتھر ہوئے ، ۲۲۰
- ۶۵۔ باقی نہ کوئی غم رہا ، غم اس قدر بڑے ، ۲۲۱
- ۶۶۔ کیوں بُلا بھیجا ہے پھولوں نے گلستانوں سے ، ۲۲۲
- ۶۷۔ نہیں ملتا سکون کا مسکن ، ۲۲۳
- ۶۸۔ مسلسل تلخیاں ہی تلخیاں ہیں میرے حصے میں ، ۲۲۴
- ۶۹۔ جانے کیوں بیٹھے بٹھائے خود ہی جل جاتے ہیں لوگ ، ۲۲۵
- ۷۰۔ کل رات میرے خواب میں آکر چلے گئے ، ۲۲۶

- ۷۱۔ رسوا ہوئے، مر مر کے جیسے آپ کی خاطر، ۲۲۷
- ۷۲۔ زندگی نار بھی، زندگی نور بھی، زندگی ہے عجب داستاں دوستو، ۲۲۸
- ۷۳۔ نشتر غم کی چھن ہو تو غزل ہوتی ہے، ۲۲۹
- ۷۴۔ افسانہ حیات کا عنوان بنے ہیں ہم، ۲۳۰
- ۷۵۔ بے جگر، تیشہ بکف، برق تپاں ہیں کچھ لوگ، ۲۳۱
- ۷۶۔ تم چلے آئے ہو کیوں پھر دل ویراں کے قریب، ۲۳۲
- ۷۷۔ آنکھیں جو کھلیں دل کی تو کیا کیا نظر آیا، ۲۳۳
- ۷۸۔ نہ تو دیر میں ٹھکانہ، نہ حرم کے ہوں میں قابل، ۲۳۴
- ۷۹۔ حشر تک تیری جستجو ہوگی، ۲۳۵
- ۸۰۔ ذکر و فکرِ جمالِ یار کروں، ۲۳۶
- ۸۱۔ یاد میں اشک بہاؤں یہ ضروری تو نہیں، ۲۳۷
- ۸۲۔ رہتے ہیں اہل دل ہی سدا سوزِ غم میں قید، ۲۳۸
- ۸۳۔ غضب ہے، پھر مرے خوابوں میں آرہے ہو تم، ۲۳۹
- ۸۴۔ آپ کی یاد ہی بندگی بن گئی، ۲۴۱
- ۸۵۔ مت تمہیہ لگاؤ۔ مرا دل ادا اس ہے، ۲۴۳
- ۸۶۔ بھلا وہ آنکھ کیا جو غم نہیں ہے، ۲۴۵
- ۸۷۔ نہ جانے آئے ہیں یہ کس کی انجمن کے چراغ، ۲۴۷



(بقیدِ یک قافیہ)

رنگین نظاروں سے ملاقات نہ ہوگی
گم گشتہ بہاروں سے ملاقات نہ ہوگی

بجلی سے تلاطم سے بھلا کیا نبھے وعدہ
طوفانِ گریزاں سے ملاقات نہ ہوگی

میں میں نہیں اے دوست اگر مجھ سے ملے بھی
سچ مان کہ وہ مجھ سے ملاقات نہ ہوگی

کتنا بھی بلائیں انھیں کتنا بھی پکاریں
ایسے بھی ہیں جن سے کہ ملاقات نہ ہوگی

کیوں طاہرہ کیا فاصلے بڑھتے ہی رہیں گے
ان سے کبھی خوابوں میں ملاقات نہ ہوگی



پوچھو نہ کس کو یاد کئے جا رہا ہے دل
 بیٹھے بٹھائے خوب سزا پا رہا ہے دل
 جتنے تھے رنگ ان کے ہی دامن میں پچ گئے
 بے رنگی حیات سے اکٹا رہا ہے دل
 نظروں سے کیسے کیسے مناظر گزر گئے
 پھر بھی ابھی فریبِ نظر کھا رہا ہے دل
 کیا ہو گیا یہ کس کی عنایت کا فیض ہے
 زخموں سے لالہ زار نظر آ رہا ہے دل
 وہ شخص جس نے طاہرہ ایکسر بھلا دیا
 اُس شخص ہی کی یاد میں گھبرا رہا ہے دل



پریش غم یوں نہ کر لے صاف تڑپا نے کا نام
 خونِ دل خونِ جگر ہے میرے افسانے کا نام
 توجو آیا بھی تو اک جھلکی سی بن کر خواب میں
 ظلم تھا آنے کا تیرے ہے ستم جانے کا نام
 چپ رہی بگھلی، تپی سینے میں لے کر اشتیاق
 شمع نے روشن کیا یوں اپنے پروانے کا نام
 چشم ساقی نے نہ جانے کیا ملایا جام میں!
 کوئی لیتا ہی نہیں اب ہوش میں آنے کا نام
 طاہرہ! پاس گریباں ہے نہ دامن کی خبر
 پھر تصور نے لیا اس بزم میں جانے کا نام



حیاتِ شوق کا مدفن مجھے بلاتا ہے
 خیال و خواب کا آنگن مجھے بلاتا ہے
 نگاہِ شام نے اک بار بھی نہ یاد کیا
 ہلک ہلک کے مدھوپن مجھے بلاتا ہے
 مری اُجاڑ بہاروں پہ تبصرہ کرنے
 صبا کے دوش پہ نگلشن مجھے بلاتا ہے
 خبر بھی ہے تجھے اے بے خبر کدھر ہے نظر
 عجیب طنز سے ورین مجھے بلاتا ہے
 جب ایک بھی نہ رہا اشک میری آنکھوں میں
 حسن و آپ کا دامن مجھے بلاتا ہے
 غبار و خارِ مخیلاں کی محفلوں سے پرے
 ہر ابھرا کہیں ساون مجھے بلاتا ہے
 نہ جاؤں کیسے بجلا طائرہ، سوئے مقتل
 ادائے خاص سے دشمن مجھے بلاتا ہے



طلوعِ ماہ میں جیسے جمال میرا تھا
 غروبِ مہر میں حزن و ملال میرا تھا
 مرے نصیب کہ وہ بھی بچھڑ گیا مجھ سے
 زمانے بھر میں جو اک ہم خیال میرا تھا
 درِ فقیر یہ سر میرا خم ہوا اکثر
 نگاہِ شاہ جھکے وہ جلال میرا تھا
 یہ میرا نام تھا جس نے مجھے کیا گھایل
 میرا وجود ہی وجہِ زوال میرا تھا
 کوئی ثبوت نہیں گرچہ میرا قتل ہوا
 کمال آپ کا تھا یا کمال میرا تھا
 خدا سے بھی مجھے کچھ مانگنے سے شرم آئی
 جو اٹھ سکا نہ وہ دستِ سوال میرا تھا
 سکوں کہیں نہ ملا طائرہ کسی صورت
 اک اضطرابِ مسلسل مال میرا تھا



ہم نے اپنے کو خود تباہ کیا
 اُن سے آغازِ رسم و راہ کیا
 آپ جنت سے ہو گئے بزار
 ہم نے دوزخ سے بھی نباہ کیا

وہ ہمارے ہیں ہم یہ سمجھے تھے
 کس قدر سخت اشتباہ کیا

آپ الزامِ بے وفائی دیں
 قتل اپنا خدا گواہ کیا

داغِ بھراں کی تیرہ بجی نے
 چاندنی رات کو سیاہ کیا

دل نے سننے سے کر دیا انکار
عقل نے لاکھ انتباہ کیا

بعد مٹنے کے پوچھا میرا حال
آپ نے لطف بے پناہ کیا

چاہتا آپ کو گناہ نہ تھا
اور اگر تھا تو اک گناہ کیا

طاہرہ ! اعتبار اور ان کا
جو نہ کرنا تھا ہم نے آہ کیا



کیا پاٹ آئیں گے اک روز نہ آنے والے؟
یاد آتے ہیں بہت بروٹھ کے جلانے والے

شمع پروالوں سے باوجودِ غم کہتی تھی
خود بھی جل جاتے ہیں ادھوں کے جلانے والے

صرف زخموں پہ نمک پاشی سے ان کو مطلب
کیسے بے رحم ہیں ظالم ہیں زمانے والے

جس کو چاہیں اسے رسوا سر بازار کریں
ایسی بے پرکھی اڑاتے ہیں اڑانے والے

وہ جو راہوں میں میری خار بچھا دیتے تھے
آج تربت پر ہیں کیوں چھول چڑھانے والے

ظاہرہ اہلِ وفارہ گئے مجرم بن کر
فاتحِ وقت ہوئے تیر چلانے والے



خزاں کے دور میں اور موسم بہار کی بات
 چلی فضاؤں میں پھر ان کے انتظار کی بات
 عداوتوں کے سندیسے قصیدے طعنوں کے
 کبھی نہ سننے میں آئی کہیں بھی پیار کی بات
 ہزار چاہا نہ رسوا ہو اپنی وحشتِ دل
 اڑی ہواؤں میں دامنِ تارتار کی بات
 نہ ڈبڈبائیں میری آنکھیں ان کے نام کے ساتھ
 نہیں ہے طاہرہ یہ میرے اختیار کی بات



آگیا، آنا تھا طوفانِ بلا آخرِ شب
کچھ دعاؤں سے بھی حاصل نہ ہوا آخرِ شب

شمع خاموش ہوئی ڈوب گیا چاند کا دل
بزم سے کون اٹھا کون چلا آخرِ شب

لاکھ نا تو کس کی لے، لاکھ موذن کی صدا
محوِ غفلت تو مگر محو رہا آخرِ شب

رات بھر در پہ لگائے ہوئے آنکھیں تھاکوئی
صرف تنہائی کا انعام ملا آخرِ شب

صبح دم لے کے صبا نگہتِ گل آئے گی
یوں پیپے نے کئی بار کہا آخرِ شب

زندگی دردِ محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
آخرِ شب طاہرہ یہ راز کھلا آخرِ شب



تھی کیسے فرصت کہ کاندھا دے کوئی روتے ہوئے
 خود جنازہ لے کے اپنا چل پڑے ہنستے ہوئے
 ہم کبھی گزرے تھے اس بستی سے جیسے خواب میں
 کس قدر اب اجنبی ہیں راستے دیکھ ہوئے
 ہائے قسمت کتنی صدیاں ڈھونڈھتے بیتیں انھیں
 کون جانے کب ملیں اس بار کے پچھڑے ہوئے
 اب نہ کوئی آرزو ہے اور نہ داغِ آرزو!
 شیشہ دل اس طرح ٹوٹا کہ بس ٹکڑے ہوئے
 دفعتاً پھر یاد کس کی آگئی، تڑپا گئی!
 طاہرہ۔ رخسار پر کچھ اشک ہیں مجھے ہوئے



کسی نے لطف فرمایا تو ہو گا

درِ دولت پہ بگوایا تو ہو گا

مری بربادیوں، پامالیوں کا

فلک نے خود بھی غم کھایا تو ہو گا

خزاں میں کبھرے پتے دیکھنے پر

انھیں میرا خیال آیا تو ہو گا

تڑپ کیا رایگاں جاتی ہے دل کی

تڑپ کر اُن کو تڑپایا تو ہو گا

چمن میں بلبُل رنگیں نوا کو

کمی نے میری رگڑایا تو ہو گا

انہیں کا فیضِ غم ہے میری فن میں
بہت کچھ کھو کے کچھ پایا تو ہوگا

عذابِ روح سے اب کیا شکایت
میری قسمت کا سرمایہ تو ہوگا

کسی نے طاہرہ مجھ کو مٹا کر
انوکھے پن سے اپنایا تو ہوگا!



زندگی کیا تھی؟ بلا ہو جیسے

بددعا، قہرِ خدا ہو جیسے

پیار کا ایسا ملا ہے بدلہ

پیار کرنے کی سزا ہو جیسے

دلِ ویراں میں ملاقات کا خواب

ریگ میں پھول کھلا ہو جیسے

غمِ دوراں کی بھیانک فریاد

”میرے ہی دل کی صدا ہو جیسے“

ایک ایسا بھی تبسم دیکھا

زہرِ اُمرت میں ملا ہو جیسے

طاہرہ ان کے تصور کی جھلک

نگہِ تِ موجِ صبا ہو جیسے



مذتوں سے بجھا بجھا ہے دل
پھر بھی جیسے سلگ رہا ہے دل

دھڑکنوں میں کسی کا نام نہیں
جاگتا ہے کہ سو گیا ہے دل

ہائے وہ دن کہ جب یہ لگتا تھا
پھول گلش کا ادھ کھلا ہے دل

ساری دنیا کا درد اپنا ہے
سینے میں درد آشنا ہے دل

دل امانت ہے ایک کافر کی
گرچہ مومن ہے پارسا ہے دل

طاہرہ، جس میں پیچ و خم تھے ہزار
پھر اسی راستے چلا ہے دل



کسے بیگانہ کہے کس کو پکارے اپنا
”زندگی سوچ کے سائے میں کھڑی ہے تنہا“

پھول تو پھول ہیں کانٹوں نے بھی منہ مڑ لیا
جانِ گلشن تھے کبھی ہم، نہ کوئی پہچانا

دھندلی پرچھائیاں یادوں کی بیکاریں ابھریں
ایسا لگتا ہے تمہیں ہم نے کہیں تھا دیکھا

کسی بے رحم جفاکش کو سوجھا ہے مذاق
بعد اک عمرِ تغافل کے ہے اب خط لکھا

طاہرہ آئینے میں چار ہوئیں جب آنکھیں
رُوبرو کون ہے یہ دیکھ کے سکتا سا ہوا



مختصر عمر گریزاں ہے ذرا جلد آؤ

منتظر شام بہاراں ہے ذرا جلد آؤ

تم سے مل کر کئی صدیاں سی لگتی ہیں جیسے

پھر سے ملنا نہیں آساں ہے ذرا جلد آؤ

کالے کھاتی ہیں مگر کٹ نہیں پاتیں گھڑیاں

بڑی لمبی شب بہراں ہے ذرا جلد آؤ

گتھیاں، اکھنیں، ہنگامے، عجب عالم ہے

زندگی خواب پریشاں ہے ذرا جلد آؤ

طاہرہ، اُن سے کوئی کہہ دے زراہِ احساں

ڈوبنے کو دل ویراں ہے ذرا جلد آؤ



مجھے مار ڈالا حیات نے میں کروں تو کس کا گلہ کروں
 یہ ازل سے میرا نصیب ہے یہ مرض نہیں کہ دوا کروں
 مرے غم کی پوچھو نہ ابتدا مرے غم کی پوچھو نہ انتہا
 مرا غم سے گہرا ہے رابطہ میں نشاط لے کے بھی کیا کروں
 نہ صنم ملا نہ خدا ملا، مرارا سنتہ تھا عجیب سا!
 کسے پوچھوں از رہِ بندگی میں نماز کس کی ادا کروں؟
 مرے دل پہ گزریں قیامتیں مرے حال کی تھی کسے خبر
 یہ اصول میرا رہا سدا، پڑے جو بھی مجھ پہ سہا کروں
 نہ سلام لاتی ہے اب صبا نہ گھٹائیں کوئی سندیس ہے
 وہ کہاں ہیں چٹھیاں طاہرہ جنھیں بار بار پڑھا کروں



خامشی میں شام کی نکلی ہوں رونے کے لئے
 زُلفِ شب میں اشک کے موتی پرونے کے لئے
 دامنِ کھسار کی ٹھنڈی ہوائیں مشکِ بیز
 چھیڑتی ہیں رُوح کو بیتاب ہونے کے لئے
 جھللاتے آسماں سے ٹوٹ کر تیرِ شہاب
 جارہے ہیں کس طرف نشترِ چھونے کے لئے
 خلوتِ شب میں نکل کر گھر سے ویرانے میں آج
 آئی ہوں اشکوں سے زخمِ دل کو دھونے کے لئے
 آ رہی ہے طاہرہ۔ صحرا سے رہ رہ کر جدا
 چاندنی راتیں نہیں شاعر کے سونے کے لئے



سنو تو سب کی مگر اپنے دل کی کہہ نہ سکو
اُف اس سے بڑھ کے کوئی اور عذاب کیا ہو گا
وہ اک نگاہ اُڑاتی ہے سر سے ہوش و حواس
تمہاری بزم میں جام شراب کیا ہو گا
بہار پھر سے بکاتی ہے جانبِ صحرا
جنوں نہیں تو اب اس کا جواب کیا ہو گا
ہماری کشمکشِ زندگی کے قصے سے
عجیب تر کسی جنوں کا خواب کیا ہو گا
انہوں نے طاہرہ بالکل میں نہ پہچانا
الہی اس سے بڑا انقلاب کیا ہو گا



نہ جانے کیوں مجھے بھولے فسانے یاد آتے ہیں
 کبھی بے خود بناتے ہیں کبھی پہروں رلاتے ہیں

یہ آخر ہو گیا ہے کیا مجھے میں خود بھی حیراں ہوں
 کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر لب مسکراتے ہیں

نہ پوچھو کس قدر رنگین ہے راتوں کی تنہائی
 قمر قصے سناتا ہے ستارے گنگناتے ہیں

بہاریں جب پلٹی ہیں گلوں کے قافلے لے کر
 یہی محسوس ہوتا ہے وہ آتے ہیں وہ آتے ہیں

تجھے عادت ہے ضبطِ غم کی لیکن طاہرہ پھر بھی
 تری پلکوں پہ کیوں موتی سے اکثر جھلملاتے ہیں



یہ کون آگیا نظروں میں انتقام لئے
 لبوں پہ تلخ تبسم کا اہتمام لئے
 کسی کی یاد کو ہم نے کچل دیا تھا مگر
 پھر آج آگئی موجِ صبا، پیام لئے
 نہاں تھی تیرگی شب میں چاندنی کی کرن
 چمک اٹھا ہے فلک پھر مہِ کام لئے
 عجب کشاکش و مستی ہے بزمِ مستی میں
 کہیں پہ تشنہ لبی اور کوئی ہے جام لئے
 وہ جس نے طاہرہ بھیجی اجل ہمیں لینے
 اٹھے جہاں سے زباں پر اسی کا نام لئے



ہے زبان سوزِ دل کی زبانِ غزل
 داستانِ عشق کی داستانِ غزل
 کس قدر سادگی کس قدر بانگین
 ہے سراپا کوئی ترجمانِ غزل
 ہے غزل کی کشش بن گئے خود بخود
 دشمنانِ غزل، دوستانِ غزل
 کہتے ہیں فارسی کو زبانِ غزل
 تجربہ ہے کہ اُردو ہے جانِ غزل
 طاہرہ کتنی دلکش ہے وہ انجمن
 ہوں جہاں چند اک قدردانِ غزل



غم بڑھ گیا ہے آپ کو غم خوار دیکھ کر
نظروں میں بے رخی کے عوض پیار دیکھ کر

دنیا کے کام بن نہ سکے عزمِ ماسوا
جیراں ہوں اس زمانے کی رفتار دیکھ کر

صحرا نوردیوں کی ہے عادت کچھ اس طرح
گھٹتا ہے دم مرا ورو دیوار دیکھ کر

کیا خاک وہ سفر ہے نہ ہوں جس میں پیچ و خم
اٹھتے نہیں قدم رہ ہموار دیکھ کر

ہاں۔ طاہرہ حیات بھلی بگڑی ہوئی سی ہے
یوں مجھ کو آج جینے سے بیزار دیکھ کر



وہ وقارِ فاتحانہ وہ نگاہِ کافرانہ
وہ لبوں پہ مسکراہٹ مری موت کا بہانہ

یہی حاصلِ محبت یہی لازوالِ نعمت
مری آہِ صبح گاہی مرا نالہِ شبانہ

مری سرکشی کے بدلے مجھے نعمتیں عطا کیں
اُسے بھاگتی ہے شاید یہ ادائے باغیانہ

کوئی فاتحِ قمر ہو کوئی فاتحِ خلا ہو
”جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ“

مجھے طاہرہ، ملی ہے کچھ ازل سے ایسی فطرت
نہیں دشمنی کسی سے مرا سب سے دوستانہ



خود خزاں بھی پھولوں کا لے کے ہار آتی ہے
 حاصلِ خزاں بن کے جب بہار آتی ہے
 بھینی بھینی خوشبوئیں دل میں جنبشِ وحشت
 کیا بہار آتی ہے کیا بہار آتی ہے
 میں نے صحنِ گلشن میں دو ہی صورتیں دیکھیں
 یا بہار جاتی ہے یا بہار آتی ہے
 میں قفس میں ہوں نالاں کس کو وجد آئے گا
 کیوں بہار آتی ہے کیوں بہار آتی ہے
 طاہرہ، دل ویراں آج پھر غزل خواں ہے
 پھر بہار آتی ہے پھر بہار آتی ہے



کیا ہو گیا نہ جانے یہ کیا ہو گئے ہیں ہم
 جیتے ہیں پھر بھی جیسے فنا ہو گئے ہیں ہم
 کل تک جو زندگی تھی خفا ہم سے اے ندیم
 اس زندگی سے آج خفا ہو گئے ہیں ہم
 جب سے پڑھی ہے دل پہ ترے حسن کی کرن
 رنگ بہار، لطفِ صبا ہو گئے ہیں ہم
 ایسی بھی آئی ہے کبھی اک منزلِ حیات
 اپنے سے بھی خود آپ جدا ہو گئے ہیں ہم
 غم نے ہمیں دیا ہے یہ انعامِ طاہرہ !
 ہر درد مند دل کی دوا ہو گئے ہیں ہم



بزم دوستاں میں یوں دل مرارہا تنہا
جس طرح ستاروں میں چاند ہے سدا تنہا
غم کا کچھ سہارا تھا وہ بھی اب نہیں باقی
آج کوئی دنیا میں پھر سے ہو گیا تنہا
چل دیئے مسافر سب، ساحلِ مراد آیا
پار کر کے کشتی کو خود ہے نا خدا تنہا
گلِ فشاں بہاریں ہیں اور دردِ تنہائی
میرے بھولنے والے کاش آ بھی جا تنہا
یہ نسیم آوارہ، کون اس کا ساتھی ہے
طاہرہ، زمانے میں ایک میں ہوں کیا تنہا



بیٹھے بیٹھے یاد آئی ایک شام رستا خیز
الوداعی وہ نظریں کس قدر تھیں درد آمیز

زہر زیست پی کر بھی خوش ہوں اور زندہ ہوں
تلخیاں بھی ہوتی ہیں واقعی نشاط انگیز

دامنِ سحر میں کیوں نگہتوں کا دریا ہے
کیا بکھر گئی ان کی زلفِ مشک و عنبر ریز

زندگی ہے اک نغمہ، اجنبی، انوکھا سا
خونِ دل کا پیمانہ جب سے ہو گیا لبریز

طاہرہ، تجھے کب سے رفعتیں بلاتی ہیں
اے اسیرِ خار و گل، اب بھی وقت ہے برخیز



(بقیدیک قافیہ سے بھی آزاد غزل)

ہاتھوں سے میرے رنگِ حنا کون لے گیا
دامن سے میرے گل کی مہک کون لے گیا

حیراں ہوں زعفرانی سی پر چھائیں دیکھ کر
رخسار سے یہ رنگِ شفق کون لے گیا

آنکھیں وہی ہیں آنکھوں میں افسانے وہ نہیں
آنکھوں سے کیفِ خوابِ حسین کون لے گیا

سرمایہ حیات تھا میرا جنونِ شعر
میری بساطِ شعر و سخن کون لے گیا

اب جانے کیوں کسی سے بھی وابستگی نہیں
سینے کو چیر کر مراد ل کون لے گیا

ہونٹوں پہ مہرِ خاموشی، رنگتِ ارُمی اُڑی
کیوں طاہرہ تمہاری ہنسی کون لے گیا



طاہرہ، خاکِ بدِ اماں ہے ہمیشہ کی طرح
 آج بھی، چاکِ گریاں ہے ہمیشہ کی طرح
 ریتِ بدلی ہے نہ بدلے گی جنوں کی ہرگز
 ہم سفرِ خارِ مخیلاں ہے ہمیشہ کی طرح
 ایک سایہ سا نظر آتا ہے دل کے نزدیک
 ساتھ رہ کر کوئی پنہاں ہے ہمیشہ کی طرح
 شکر یہ، حالِ مرا پوچھنے والے تیرا
 زندگی اک شبِ بھراں ہے ہمیشہ کی طرح
 سلطنتِ فقر کی ہے کلبہٴ درویشی میں
 بوریاء، تختِ سلیمان ہے ہمیشہ کی طرح
 مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا نہ دھوکا کھانا
 آنکھیں میری وہی گریاں ہیں ہمیشہ کی طرح



چاند کو دیکھ کے جی جاتا ہے دل
 رات کے حُسن کو پی جاتا ہے دل
 رقصِ بَسل کی جہاں محفل ہو
 ایسے مقتل میں کبھی جاتا ہے دل
 ضد پہ جب آئے تو کیا کر بیٹھے
 وقت کے زخموں کو سی جاتا ہے دل
 دلِ نِاواں بھی ہے کیا رندِ خراب
 تلخ سے تلخ ہو پی جاتا ہے دل
 طاہرہ، جتنا بھی روکا جائے
 پاس ایک شخص کے ہی جاتا ہے دل



یوں تو غم مُستقل نہیں ہوتا
زخمِ دل، مُندمل نہیں ہوتا

جان لیوا ہے پُھول کا موسم
یہ کبھی معتدل نہیں ہوتا

بے وفائی کے ساتھ دعویٰ عشق
مرہمِ جان و دل نہیں ہوتا

درد کی گود کا ہے پروردہ
دل مرا مُضمحل نہیں ہوتا

طاہرہ، میرے گھر کا اندھیارا
کیوں کہیں مُنتقل نہیں ہوتا



کہوں کیا طاہرہ، کھلتی نہیں جیسے زباں اپنی
 یہی بہتر ہے ناگفتہ رہے گر داستاں اپنی
 ہمارے خون سے مہندی رچائی ہو لیاں کھیلیں
 نظر بھر بھی نہیں آتیں انھیں رنگ ریلیاں اپنی
 عروجِ آدمِ خاکی کے کیا کہنے، سبحان اللہ
 زمیں سے تا فلک مشہور ہیں بدنامیاں اپنی
 کہیں پر فرشِ گل بن کر کہیں رنگِ شفق بن کر
 ابھر آئی ہیں کس کس رنگ میں پر چھائیاں اپنی
 مزاروں سختیاں جھیلیں بہت کچھ امتحاں آئے
 بلندی پر رہی دائم مگر فکرِ جواں اپنی



ابر چھٹتا نہیں، دن نکلتا نہیں، ہجر کی رات آخر کدھر جائے گی
اس سے پہلے بھی آئے کئی حادثے، خیر سے یہ بھی ست گزر جائے گی

ہے اشارہ نظر کا بڑا جانفرا پھر بھی ناداں نہیں سب سمجھتے ہیں ہم
ان کی چشمِ فسوں گر سے اُمید ہے وعدہ کر کے وہ یکسر مگر جائے گی

کیا تڑپتے رہیں ہم ہمیشہ یونہی، کیا ہمارا نہیں کوئی بھی چارہ گر
آہِ سوزاں بھٹکتی رہے گی سدا کیا کبھی بھی نہ یہ عرش پر جائے گی

زُلفِ لہرا کے آئے بہاراں میں وہ۔ الا ماں پھر قیامت قریب آئے گی
کتنے فرزا نے دیوالے بن جائیں گے یہ بلا، ہاں کس کس کے سر جائے گی

زندگی قید ہے، قید بے قید ہے، ایک دل لاکھ غم کوئی کیسے جسے
گر اسی رنگ میں اور جینا پڑا، طاہرہ، قید میں گھٹ کے مر جائے گی



سارے جہاں میں تو ہی تو اک راز دار ہے
کہنے کو دُور دُور ہے بیگانہ وار ہے

ملنے کی آرزو کی تڑپ تھی کہ الاماں
ملنے کے بعد اور بھی دل بے قرار ہے

وہ زندگی جو زہر کا پیالہ تھی کل تلک
وہ اب کنول کا پھول ہے رنگ بہار ہے

ہر جنبشِ نگاہ اشارہ ہے، رمز ہے
ہر لفظ تیرا دوست کیلجے کے پار ہے



تیر۔ سینے کے پار کرتے ہیں
واہ۔ کیا خوب وار کرتے ہیں

آپ اور پوچھتے ہیں میرا مزاج
کیوں مجھے شرمسار کرتے ہیں

پاس اپنے بلا کے آپ اکثر
اور بھی بے قرار کرتے ہیں

نہ کوئی مدعا نہ کچھ مقصد
ہم میں دیوانے پیار کرتے ہیں

ہم فقیروں پہ سو طرح سے آپ
کرم بے شمار کرتے ہیں

طاہرہ، صبح اُن کے درشن کا
رات بھر انتظار کرتے ہیں



اٹھو، ورو بہاراں کا اہتمام کرو
 قدم قدم پہ چراغاں کا انتظام کرو

ڈرارہا ہے زمانہ ڈرانے دو لیکن
 گلوں کا فرش بچھاؤ تم اپنا کام کرو

ہے اختیار تمہیں، تم ہو صاحبِ شمشیر
 کہوں تو کیسے کہوں یوں نہ قتلِ عام کرو

اٹھاؤ ساز و صراحی وہ آنے والے ہیں
 حواس و ہوش و خرد آج نذرِ جام کرو

دلوں کا توڑنا آساں ہے کچھ کمال نہیں
 ہو ہو سکے تو کسی سنگِ دل کو رام کرو

خدائے حسن ہیں وہ طاہرہ، گلہ کیسا
 جواب دیں کہ نہ دیں پھر بھی تم سلام کرو



چاندنی رات کتنی پیاری رات
 بن تمہارے ہے بھاری بھاری رات
 صبح کے ساتھ ساتھ آؤ گے
 بس اس اُمید پر گزاری رات
 جب سے سپینوں میں تم نہیں آتے
 رات ہی رات ہے ہماری رات
 رنگ لائے کہیں نہ نزدیکی
 روتے گزرے نہ ساری ساری رات
 طاہرہ کیا وہ آنے والے ہیں
 چاند تاروں نے ہے سنواری رات



اے مرکزِ خیال، خیالوں کو کیا کروں
 تیرا خیال دل سے میں کیسے نکال دوں
 اب زندگی کی شام بھی ڈھلنے کا وقت ہے
 اپنا پتا بتا کہ کہاں تجھ سے آملوں
 گلشن میں یوں تو غنچہ و گل کا ہجوم ہے
 حصّے میں میرے ہے کہ فقط خار ہی چنوں
 پختہ ابھی ہوا نہیں ذوق و شعورِ عشق
 قسمت کا فیصلہ ہے کہ صدمے ابھی سہول
 تفریحِ خونچکاں ہے مری شاعری کی دھن
 جب بھی کہے ہیں شعر بہایا ہے دل کا خون
 اُن کا وہ ہنس کے پوچھنا ہے یاد آج تک
 اے طاہرہ، تمہاری ان آنکھوں میں اشک کیوں



کیا بتائیں کہ کتنے میں مجبور

پاس رہ کر بھی تم سے دُور ہی دُور

فلستین کیوں نہ ہم سے گھبرائیں

ہے کسی کا خیالی جلوہ طور

ساری دنیا خلاف بھی ہو تو کیا

ذات پر ہیں کسی کے ہم مغرور

زندگی تلخیوں کا جام سہی !

پھر بھی ملتا ہے اس سے کیفِ سرور

شیشہ گر کیا تجھے نہیں معلوم

شیشہ دل ہوا ہے چکنا چور

طاہرہ، قربِ دوست حاصلِ ہجر

کیا ہوا ہم رہے تو دُور ہی دُور



آفتاب اور ماہتاب کہاں
 رُخ سے سر کی ترے نقاب کہاں
 ان کے لطف و کرم نے دل توڑا
 وہ غضب اور وہ عتاب کہاں
 ہم سے جنت کی بات کرو اعظ
 خوفِ دوزخ کہاں عذاب کہاں
 موت ہے دل کی آرزوئے طرب
 لذتِ درد بے حساب کہاں
 داغِ عصیاں بہت میں دھو ڈالیں
 ”ساقیا، آ شرابِ ناب کہاں“



دل و نظر کا تہا شا بنائے بیٹھے ہیں
جو تیرے نام کی دھونی رٹائے بیٹھے ہیں

نہ جانے کون سا مہتاب آنے والا ہے
ستارے بزم جو اپنی سجائے بیٹھے ہیں

یہ راز، راز ہے اس کی تجھے خبر کیا دوست
ہم اپنے دل میں تجھ ہی کو چھپائے بیٹھے ہیں

جنھیں تلاش کیا جا رہا تھا مدت سے
وہ اپنی بزم میں مدت سے آئے بیٹھے ہیں

انھیں کی جیت انھیں کا ہے حق بہاروں پر
ہجوم غم میں جو غم کو بھلائے بیٹھے ہیں



ہماری آہ میں شامل ہوئی خوشی کیسے
 دلِ فسرودہ میں احساسِ تازگی کیسے
 خزاں تو موت کے نغمے سنار ہی ہے مگر
 خزاں کی گود میں اک ادھ کھلی کلی کیسے
 بہار آئی بھی رخصت بھی ہو گئی لیکن
 جنوں کی فصلِ بہاراں میں بے حسی کیسے
 گزارنا ہے بہر حال کٹ ہی جائے گی !
 ترے بغیر مگر دوستِ زندگی کیسے
 ہمیں تو آپ سے مطلقِ گلہ نہیں پھر بھی
 نظریہ آپ کی آخر جھکی جھکی کیسے



مسیحائے ہی گھائل کر دیا ہے
 خیالِ زیستِ زائل کر دیا ہے
 کرم فرمائیاں تیری سلامت
 زمانے بھر کو سائل کر دیا ہے
 کسی بیدار نے یوں درمیاں کیوں
 حجابِ حسن، حائل کر دیا ہے
 بشر کی عرش تک جولا نیوں نے
 خدا کا اب تو قائل کر دیا ہے
 تبسم نے کسی کے ظاہرہ پھر
 مجھے نفخوں پہ مائل کر دیا ہے



دلاسا دے کے مجھ کو پرستشِ غم کرنے والے ہیں
 نہ جانے آخرش کیوں فکرِ مرہم کرنے والے ہیں
 ہزاروں بار مرجاؤں ہزاروں بار جی اُمٹھوں
 سنا ہے لاش پر میری وہ ماتم کرنے والے ہیں
 کچھ اس انداز سے بکھری ہیں زلفیں روئے روشن پر
 نظامِ دو جہاں گویا وہ برہم کرنے والے ہیں
 نگاہِ قہر بھی دھوکا کبھی دیتی ہے کیا کیا کچھ !
 گماں ہوتا ہے جیسے لطفِ پیہم کرنے والے ہیں
 کہاں تک رنجِ دوراں سے نبھائیں گیت گاکا کر
 شکایتِ طاہرہ، اب ہم بھی کم کم کرنے والے ہیں



کس کو تڑپائے گی ماتھے کی شکن میرے بعد
دیکھ کر کون تجھے ہو گا مگن میرے بعد

مجھ سا دیوانہ و دل دادہ و دل خوش نہ ملا
یاد کرتے ہیں مجھے دار و رسن میرے بعد

میرے اشعار میں شامل ہے مرا خونِ جگر
رنگ لائے گا مرا رنگِ سخن میرے بعد

مجھ سے ہے میرے وطن میرے چمن کی زینت
سونا سونا نظر آئے نہ دکن میرے بعد

طاہرہ، یاد کریں گے مجھے گاہے گاہے
اہلِ دل، اہلِ قلم، اہلِ سخن میرے بعد



وہ خود بھی رو دیئے آخر رُلا کے
 نئے انداز میں یہ بھی جفا کے
 کبھی چھپ کر قیامت ڈھا گئے وہ
 کبھی ترپا گئے، جلوہ دکھا کے
 چمن میں پھر سے ہے جشنِ بہاراں
 قفس میں رہ گئے ہم پھر پھڑکا کے
 کسے بتلائیں کیا گزری ہے دل پر
 پیئے ہیں کتنے آنسو مسکرا کے
 بہت کچھ ہو چکی خدمتِ بتوں کی
 ذرا دیکھو خدا سے لو لگا کے
 نہیں اے طاہرہ اک تو ہی کریاں
 سہے ہیں ہم نے بھی صد مے بلا کے



غم سے سوزِ حیات باقی ہے

رونقِ کائنات باقی ہے

نور سے بھی نہ مٹ سکی ظلمت

بچھ گئی شمعِ رات باقی ہے

پیاسے ہونٹوں کی داستاں کہنے

ہوئیں صدیاں، فرات باقی ہے

زندگی جیسی ہے غنیمت ہے

ابھی راہِ نجات باقی ہے

شبِ غم کی سحر نہ ہو جائے

چاند تارے ہیں رات باقی ہے

ایک غم ہے کہ ہے میرا ہمد
 اس کے دم سے حیات باقی ہے
 اور گنجائشِ کرم ہے ہنوز؟
 اور کچھ التفات باقی ہے
 ابھی آنکھوں میں اشک باقی ہیں
 ابھی اب حیات باقی ہے
 طاہرہ، جو بھی ہے وہ ہے غانی
 صرف اک اس کی قرات باقی ہے



دیارِ دوست کو اشکوں سے لالہ زار کریں
 دلِ حزیں کو ذرا اور سوگوار کریں
 پھر ایک بار طوافِ حریم یار کریں
 جنونِ شوق میں دامن کو تار تار کریں
 سجائیں محفلِ یادِ حبیب دھوم کے ساتھ
 بہائیں خونِ جگر، تازہ یادِ یار کریں
 وہ شہرِ آرزو مدفن ہے جو بہاروں کا
 اسی چمن میں چلیں جشنِ یادِ یار کریں
 نمازِ نیم شبی ہو کہ ہو وہ رنگِ غزل
 ہر ایک رنگ میں لازم ہے یادِ یار کریں
 وہ رہ گزر کہ جہاں سے کبھی وہ گزرے تھے
 وہیں پہ طاہرہ، پھر ان کا انتظار کریں



دل بہلتا نہیں بہاروں میں
کیوں اُداسی ہے لالہ زاروں میں

رات کیوں اس قدر اندھیری ہے
روشنی کیوں نہیں ستاروں میں

وہ ہمالہ کی شام کیف آگئیں
لطفِ فردوس تھا نظاروں میں

بہ ربطِ حور کی سنہری گت
رقص کرتی تھی آبشاروں میں

آنکھ میں میری آگئے آنسو
یاد آئی تری بہاروں میں

طاہرہ مٹ چکا ہے نام و نشان
پھر بھی کیسا ہیں ہم ہزاروں میں



جنونِ عزمِ جواں، نسلِ نوجواں میں نہیں
 حرارتِ گلِ تر بزمِ گلِ رفاں میں نہیں
 قفس میں ہم تھے نشین تھا برق کی زد میں
 بھری بہار میں کیا تھا، جوابِ خزاں میں نہیں
 ہمارے خون سے لکھی گئی کتابِ چمن
 ہمارا نام کہیں پھر بھی داستاں میں نہیں
 وہ زندگی جو مسلسل حیات ہو، بے لطف
 سرور و کیف و کشش عمرِ جاوداں میں نہیں
 زبانِ شعر و سخن سے بھی حق ادا نہ ہوا،
 تڑپِ جودل میں ہے وہ طاہرہ بیاں میں نہیں



پچھلے پہر پیسا کہیں بولتا رہا
 سوئی ہوئی فضا میں شکر گھولتا رہا
 رنگینی بہار میں جب یاد آئے وہ
 پلکوں پہ کوئی لعل و گہر، رولتا رہا
 بازارِ زندگی میں ہمارا دلِ حزمی
 دنیا کے سارے رنج و الم مولتا رہا
 اس طائرِ اسیر کی ہمت کو مرجھا
 کنجِ قفس میں رہ کے جو پر تو لتا رہا
 تنہائیوں میں طاہرہ جنت سی ملی گئی
 ان کا خیال دل کے قریں ڈولتا رہا



سکون مانگا تھا، بے تابیاں نہ مانگی تھیں
 خدا سے ہم نے تو بربادیاں نہ مانگی تھیں
 بڑے ہی شوق سے شمعیں جلائی تھیں دل نے
 رہ حیات میں تاریکیاں نہ مانگی تھیں
 نہ جانے کونسی تقصیر پر ملی یہ سزا
 شعور و عقل کی گہرائیاں نہ مانگی تھیں
 ہمیں بھی طاہرہ احساسِ لالہ و گل تھا
 تہامِ غم کی ویرانیاں نہ مانگی تھیں



گھبرایا نہ سولی سے بھی دیوانہ سا اک شخص
 انگشت بہ دندان رہا فرزانہ سا اک شخص
 آنکھیں ہیں شرابی تو تبسم ہے گلابی
 تفسیرِ مئے و مینا ہے مستانہ سا اک شخص
 پابندِ مراسم نہیں آزادِ غمِ دل
 اک فاتحِ عالم ہے وہ شاہانہ سا اک شخص
 محسوس یہ ہوتا ہے کہ اپنا ہی کوئی ہے
 کہنے کو تو کہلاتا ہے بیگانہ سا اک شخص
 کل تک جو صراحی بہ کف و نغمہ بلب تھا
 کیوں آج نظر آتا ہے ویرانہ سا اک شخص
 معلوم نہیں طاہرہ کیا نام ہے اس کا
 سب لوگ اسے کہتے ہیں دیوانہ سا اک شخص



محفلِ حسیناں میں آپ کی تھی جا خالی
 گلِ جہانِ رعنائی جیسے ہو گیا خالی
 کیفِ نگہیت و نغمہ، لطفِ قصصِ موسیقی
 آپ کے نہ ہونے سے سب ہی کچھ رہا خالی
 سوزِ دل نہ تھا کامل ورنہ حشرِ محجباتا
 آہ، بے اثر کیسی؛ کیوں گئی دُعا خالی
 فرشِ گل کی زینت تھے باشعورِ فزانے
 دارِ پر نظر آیا ایک منچلا خالی
 مرے دل کے کیا کہنے اک چراغ ہے ایسا
 جو کہ بزمِ ہستی میں رات دن جلا خالی
 جی رہے ہیں جینے کو یوں تو بظاہر ہم بھی
 زندگی کا پیمانہ کب کا ہو چکا خالی



موت کیا راز ہے بتلاؤ کہ کچھ رات کٹے
 گتھیاں زیست کی سلجھاؤ کہ کچھ رات کٹے
 کس طرح کاٹے کوئی ایسی اندھیری راتیں
 میرے سپنوں ہی میں آجاؤ کہ کچھ رات کٹے
 وہ جو افسانہ سنایا تھا کبھی نظروں سے
 اُسی افسانے کو دہراؤ کہ کچھ رات کٹے
 یہ شبِ مہک، یہ مہکا ہوا صحنِ گلشن
 کیوں نہ ایسے میں چلے آؤ کہ کچھ رات کٹے
 راتِ خاموش مہکتا ہوا صحنِ گلشن !
 طاہرہ، سپنوں میں آجاؤ کہ کچھ رات کٹے



یہ کیا ستم ہے کسی کو کسی سے پیار نہیں
کہیں غلوں میں نہیں کوئی غم گسار نہیں

ہزار بار جلا، دل، مگر سحر نہ ہوئی
ہیں زمانے سے اب کوئی انتظار نہیں

قدم قدم پہ ملیں گے گل نظر افروز
خزاں کے دور میں اندازہ بہار نہیں

بارغ شاعری بے اختیار جذبہ ہے
ہماری شاعری لفظوں کی لوٹ مار نہیں

کسی نے طاہرہ بھیجا ہے پھر پیام و سلام
ہیں اب ایسے نشانوں پہ اعتبار نہیں



مہلتِ حسن ہے کتنی گلی تر سے پوچھو
زندگیِ رقص ہے کیا رقصِ شر سے پوچھو

خارجِ ہوا کی کھٹک دردِ محبت کی کسک
کسی عاشق کسی شاعر کے جگر سے پوچھو

حسن میں ڈوبی ہے کس درجہ ستاروں بھری آست
چشمِ فن کار کی پروازِ نظر سے پوچھو

زیست کچھ کھیل نہیں کھیل نہیں کھیل نہیں
کس طرح رات کٹی شمعِ سحر سے پوچھو

خاکِ مہکی سی موطر سے ہوا کے جھونکے
کون گزرا ہے مگر، راہ گزر سے پوچھو

طاہرہ، اپنا تعارف میں بھلا کیسے کروں
اہلِ دل، اہلِ قلم، اہلِ نظر سے پوچھو



بازارِ جہاں میں لالہ رُخاں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
 کچھ تو ہی بتا چشمِ نگراں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
 پیتا ہے کوئی جینے کے لئے جیتا ہے کوئی پینے کے لئے
 انجام سے غافل بے خبراں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
 غنچوں کا تبسم گل کی ہنسی ہم لینے گئے تھے گلشن میں
 ہے خونِ جگر آنکھوں سے رواں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
 جنت کی طلب میں شیخِ حرم دنیا کو بناتے ہیں دوزخ
 کھل جائیگا اک دن رازِ نہاں کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
 زاہد کی جبیں اور داغِ ریا، رندوں کی جبیں سجدوں کے نشاں
 ہے عقلِ بشر حیراں حیراں، کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے
 اے طاہرہ، ہم نے بھی تو کبھی اک سُدرِ سپنا دیکھا تھا
 تعبیرِ ملی، رنجِ دوراں، کیا چاہتے ہیں کیا ملتا ہے



ان کا لطف و کرم رہے نہ رہے
 یادگارِ ستم رہے نہ رہے
 آج تک غم رہا ہے مونسِ جان
 کیا خبر کل یہ غم رہے نہ رہے
 آپ کی بزمِ خود ہی جنت ہے
 اس کا کیا غم کہ ہم رہے نہ رہے
 دل تو روتا ہے چھپ کے سینے میں
 آنکھ ظاہر میں غم رہے نہ رہے
 کعبہ بھی بت کدے کا منظر ہے
 اس میں کوئی صنم رہے نہ رہے
 موت سے کیوں نہ کھیلیں جی بھر کے
 ظاہرہ ، یہ جہنم رہے نہ رہے

یہ کائنات مگر محفلِ حبیب نہیں
 کہیں بھی جاؤں میں تنہا نہیں غریب نہیں
 دلِ عوام نے اکثر مجھے پکارا ہے
 یہ وہ مقابلہ شاہیوں کو بھی نصیب نہیں
 میں ایک شاعرِ شوریدہ مہر سہی لیکن
 فریب و مکر تقدسِ مرے قریب نہیں
 مجھے گناہ سے نفرت گناہ گار سے پیار
 مری نگاہ میں انسان بد نصیب نہیں
 نفسِ نفس مرا ہکا ہے بوئے الفت سے
 کوئی عدو نہیں میرا کوئی رقیب نہیں
 کسی نے طاہرہ منہ پھیر کے سلام لیا
 یہ التفاتِ تجاہل مگر عجیب نہیں



یاد تمہاری صبح بہاراں
پھر بھی ہیں یلکیں بو جھل لڑاں

صحرا صحرا، ویراں ویراں
سی لیا میں نے چاک گریباں

آپ ہیں زینتِ شاخِ گلستاں
کانٹوں میں الجھا میرا داناں

خوگر غم ہوں میں توازل سے
آپ نہ ہوں لعلِ پشیمان

کتنا ہے آساں تو رٹنا دل کا
ترکِ محبت یوں نہیں آساں

پوچھو نہ مجھ سے میری کہانی
میں ہوں خود اپنا خواب پریشاں



آتما مندر گھپ اندھیارا
 کعبہ دل ہے ویراں ویراں
 کھوٹ ہے دل میں لب پہ تبسم
 آج کا انساں نام کا انساں
 آپ مگن ہوں اپنی دمک سے
 چاند نہ جانے فصل زمستاں
 اب کسے ڈھونڈوں اب کسے پاؤں
 میں بھی ہوں حیراں وہ بھی ہیں حیراں
 دل کی ہے محفل زخموں سے جلمک
 خوب مناؤ جشن چراغاں
 طاہرہ اپنی ذات سے ہٹ کر
 کچھ تو سنوارو کیسوئے دوراں



چاہت کے باوجود نہ اونچی ہوئی نظر
 اک آدمی ہے ہائے فرشتہ کہیں جسے
 دردِ فراق ہے وہ عطیہ کہ بے جھجک
 روزِ ازل سے اپنا نوشتہ کہیں جسے
 پوچھو نہ میرا نام و نشاں اہلِ کارواں
 اک ایسا آئینہ ہوں شکستہ کہیں جسے
 وہ مجھ سے دُور رہ کے بھی ہے اس قدر قریب
 دائمِ رواقِ دل میں نشہ کہیں جسے
 باقی ہیں چند یادیں سلگتی سی آج بھی
 سرمایہٴ حیات برشتہ کہیں جسے
 ذوقِ سلیم ہر کس و ناکس کا حق نہیں
 عنقا ہے ہاں مذاقِ نجستہ کہیں جسے
 یوں میری سرگزشت کریدو نہ طاہرہ
 لکھنا ہے لکھو، خوش سے گزشتہ کہیں جسے



شوخی تقدیر دیکھو چارہ گر پتھر ہوئے
 میرے ساتھ میرے سنگھی عمر بھر پتھر ہوئے
 پتھروں کے شہر میں کس کو سناؤں حالِ دل
 کتنے ہی خوش رنگ ہوں پتھر مگر پتھر ہوئے
 میں نے اپنے دل میں پتھر دکھ لیا کچھ سوچ کر
 راہزن تو راہزن جب راہبر پتھر ہوئے
 پتھروں سے میرا رشتہ اس قدر ہے استوار
 پھول بھی آئے کہیں جو میرے گھر پتھر ہوئے
 کون کرتا دستگیری کون کس کا تھا ندیم !
 راستے میں زندگی کے ہم سفر پتھر ہوئے
 گلِ فشاں تھے بزم میں موجِ بہاراں کی طرح
 دفعتاً میری طرف جب کی نظر پتھر ہوئے
 پتھروں سے طاہرہ کیسے کرے کوئی گریز
 بت کدہ ہو یا ہو کعبہ جلوہ گر پتھر ہوئے



باقی نہ کوئی غم رہا غم اس قدر ملے
 اب ہے یہی دعا نہ کوئی چارہ گر ملے
 ان کی نگاہِ ناز سے جب سے نظر ملی
 ایمان و دین کے مسئلے زیرِ وزیر ملے
 کچھ اس میں لطفِ خاص ہے کچھ اور ہی شان
 ناکامیوں کے بعد جو فتح و ظفر ملے
 رنگینیِ حیات کا مقصد یہی ہے دوست
 جامِ مے نشاط میں خونِ جگر ملے
 مدت سے تھی تلاش کسی خضرِ راہ کی
 جو بھی ملے ہماری طرح بے خبر ملے
 اکثر ادیب و شاعر و فن کار دہر میں
 آشفۃ سر، طپیدہ جگر، در بدر ملے
 حصہ نہیں یہ ہر کس و ناکس کا طاہرہ !
 یہ ہے خدا کی دینا جو ذوقِ نظر ملے



نذیرِ مخدوم

کیوں بُلا بھیجا ہے پھولوں نے گلستانوں سے
 بس گیا جو، وہ پلٹتا نہیں ویرانوں سے
 دل لگی سو جھی ہے پھر بادِ صبا کو شاید
 نگہتیں لائی ہے بھولے ہوئے افسانوں سے
 ظلمتوں ہی کے سبب نور ہوا تھا پیدا
 ہے اجالا انھیں جھٹکے ہوئے انسانوں سے
 آپ ہیں خندہ گل، صبح بہاراں کی بہار
 کوئی نسبت ہی نہیں چاکِ گریبانوں سے
 اپنے اپنوں ہی پہ کرتے ہیں کرم فرمائی
 کچھ امیدیں ابھی وابستہ ہیں بیگانوں سے
 طاہرہ اپنی پسند، اپنی نظر، اپنا خیال
 دلِ مجنوں کو کشش کیوں ہے بیابانوں سے



نہیں ملتا سکون کا مسکن
 زندگی روزِ روز کی اُلجھن
 ترکِ دنیا نہیں مگر آساں
 یہ زلیخانہ چھوڑے گی دامن
 کبھی اک پھول میں نے توڑا تھا
 آج تک نوکِ خار کی ہے چھن
 اپنے ہی آپ سے ہوں سرگرواں
 خود مری ذاتِ خود مری دشمن
 کس قدر اجنبی سا چہرہ ہے
 سخت حیراں ہوں دیکھ کر درپن
 اشیاءِ میرا جل چکا کب کا
 کیا کروں یادِ رنگ و بوئے چمن
 اہلِ دل اب بھی چند باقی ہیں
 طاہرہ، زندہ باد ارضِ دکن!

مُسلسل تلخیاں ہی تلخیاں ہیں میرے حصّے میں
 ازل سے بے سرو سامانیاں ہیں میرے حصّے میں
 جہاں میں یوں تو پُچھو لوں کے بھی ہیں انبارِ جادوں میں
 مگر پُر خار ہی سب وادیاں ہیں میرے حصّے میں
 گریباں چاک، بکھرے بال، دامنِ خاک آلودہ
 جنوں کی کل پریشاں عالیاں ہیں میرے حصّے میں
 بہا کرتے ہیں اکثر اشک بن کر پارہ ہائے دل
 شفق کی طرح خوں آشامیاں ہیں میرے حصّے میں
 ترپنا، آہ بھرنا، گنگنا نا، دشتِ پسمانی
 دل شاعر کی کچھ رنگینیاں ہیں میرے حصّے میں
 سکون و عیش کا جینا ہے مرگِ اہلِ دردِ دل
 خدا کا شکر ہے بے تابیاں ہیں میرے حصّے میں
 جھکا یا سر نہ میں نے طاہرہ، پامال ہو کر بھی
 یہ کیا کم ہے بلند اقبالیاں ہیں میرے حصّے میں



جانے کیوں بیٹھے بھائے خود ہی جل جاتے ہیں لوگ
 بات یوں کرتے ہیں جیسے آگ برساتے ہیں لوگ
 اپنی یادیں بھیج دیتے ہیں ستانے کے لئے
 کیوں مری محفل میں آخر خود نہیں آتے ہیں لوگ
 قدر جیتے جی نہیں ہوتی، یہی دستور ہے
 گن گئے جاتے ہیں اکثر جب کہ مر جاتے ہیں لوگ
 ایک بھی حرف تسلی باعث تسکین نہیں
 کس لئے آئے آگے میرے دل کو بہلاتے ہیں لوگ
 پھیرتے ہیں کیوں مری محرومیوں کی داستاں
 میرے زخموں پر نمک پاشی سے کیا پاتے ہیں لوگ
 مدتوں سے زلفِ گیتی الجھنوں کا ہے شکار
 اس کو سلجھانے کے بدلے اور الجھاتے ہیں لوگ
 طاہرہ، ہم کو شکستِ فاش پر بھی غم نہیں
 کامیابی پر ذرا سی کٹنا اتراتے ہیں لوگ



کل رات میرے خواب میں آکر چلے گئے
 خود سُکرا کے مجھ کو رُلا کر چلے گئے
 میں نے تو اُن کو بڑھ کے بلایا نہ تھا کبھی
 وہ خود ہی آئے خود ہی وہ آکر چلے گئے
 یہ تو نہیں ہے یاد کہ کیا گفتگو ہوئی
 ہاں، زیرِ لب، غزل سی سُنا کر چلے گئے
 خوش رنگ پیرہن کی پھبن زلف کی مہک
 اطراف جیسے پھول کھلا کر چلے گئے
 نظروں میں پیار بھی تھا عداوت بھی اور گلہ
 بلچل سی میرے دل میں مچا کر چلے گئے
 میں نے کیا تھا عہد نہ اُن سے کبھی بلوں
 میرا مگر مذاق اڑا کر چلے گئے
 دُھایا ستم ہے طاہرہ چہر اُن کی یاد نے
 ہائے وہ کیسا جادو جگا کر چلے گئے



رُسوا ہوئے، مَر مر کے جسے آپ کی خاطر
 کیا کیا نہ جتن ہم نے کئے، آپ کی خاطر
 پھولوں کے بھی انبار تھے گلزارِ جہاں میں
 آغوش میں کانٹے ہی لئے آپ کی خاطر
 شکوہ نہ شکایت نہ کبھی آہ نہ نالہ !
 بت بن گئے، لب اپنے سیئے آپ کی خاطر
 لبریز تھے جو خون سے خود دل کے ہمارے
 ایسے بھی کئی جام پیئے، آپ کی خاطر
 کیا کیا نہ گوارا کیا، کیا کچھ نہ سہہ ہم
 دشنام نہ دشمن کو دیئے آپ کی خاطر
 معلوم ہے ہم کس طرح دنیا سے سدھائے
 سینے میں کئی داغ لئے آپ کی خاطر
 کیوں طاہرہ، بڑھتا گیا قسمت کا اندھیرا
 روشن کئے سو بار دیئے آپ کی خاطر



(نندہا محذوم)

زندگی نارنجی زندگی نور بھی زندگی ہے عجب داستاں دوستو
 زندگی کا مجھ نہ مل ہو سکا کوششیں سب ہوئیں رائگاں دوستو
 زندگی جو بھی ہے قیدِ دائم نہیں اس کی مدت بھی ہے اس کا مقصد بھی ہے
 ہے غنیمت یہ دم مسکراؤ ذرا، فرصتِ زندگی پھر کہاں دوستو
 پہنے پائل عروس بہار آگئی رنگ و نگہت کا طوفانِ جلو میں لئے
 یاد میرا پھر کسی کی تڑپتا ہے دل آج آنکھیں میں پھر خونچکاں دوستو
 آسمان، رفتیں سب ہیں زیرِ قدمِ دل میں عزمِ سفر ہو اگر معجزان
 کیوں نہ آگے بڑھیں شاداں شاداں منتظر کب سے ہے ہلکشاں دوستو
 تیر و شتر لگے، غم تہے چپ رہے خونِ دل کے سدا ہم نے پیالے پئے
 کچھ نہ پوچھو کہ کیسے کئی زندگی، الاماں الاماں الاماں دوستو
 شب کی آغوش میں صبح پلتی ہے کیوں، کیوں اُجالوں میں رہتی ہیں پرچھایاں
 کس سے پوچھے کوئی راز، رازِ نہاں کون سلجھائے یہ گتھیاں دوستو
 دشتِ پر خار ہے یہ گلستاں نہیں طاہرہ پھر بھی یوں کہہ رہا ہے کوئی
 ”زندگی موتیوں کی ڈھلکتی لڑھی، زندگی رنگِ گل کا بیاں دوستو“



نشترِ غم کی چھن ہو تو غزل ہوتی ہے
 دل کے زخموں میں جلن ہو تو غزل ہوتی ہے
 دین و دنیا کے جھیلوں سے بکھڑوں سے پرے
 کوئی اپنے میں مگن ہو تو غزل ہوتی ہے
 چاندنی رات کی تنہائی خواب آئیں میں
 ہکا بھکا سا چمن ہو تو غزل ہوتی ہے
 چشمِ فن کار سے دیکھے کوئی دنیا کی طرف
 حسن کے دل میں لگن ہو تو غزل ہوتی ہے
 یوں تو ہونٹوں کا تبسم بھی ہے اک قوسِ قزح
 ان کے ماتھے پہ شکن ہو تو غزل ہوتی ہے
 گنگنا تا ہے کوئی وجد میں آتا ہے کوئی
 محفلِ اہل سخن ہو تو غزل ہوتی ہے
 صبح کشمیر بھی بے کیف سی ہوتی ہے مگر
 طاہرہ، شام و کن ہو تو غزل ہوتی ہے



افسانہ حیات کا عنوان بنے ہیں ہم
 بزمِ جہاں میں شمعِ فروزاں بنے ہیں ہم
 ویرانیِ دوام کا عالم نہ پوچھئے
 مگر بھی گردِ خاکِ بیاباں بنے ہیں ہم
 ظاہر میں غم نصیب ہیں لیکن میں خوش نصیب
 دل کی شکست ہی سے تو انساں بنے ہیں ہم
 جھکتے نہیں سکندر و دارا کے سامنے
 شانِ قلندری کے نگہباں بنے ہیں ہم
 چچتا نہیں نگاہ میں جامِ جہاں نما
 کہنے کو گرچہ بے سرو ساماں بنے ہیں ہم
 شعلوں میں زندگی کے طی اور زندگی
 آتشِ نوا، بہارِ بداماں بنے ہیں ہم
 ہم طاہرہ، عظیم ہیں ہم نحرِ کائنات
 جو غلجِ خلا سے وہ انساں بنے ہیں ہم



(نذر، نواہا)

بے جگر، تیشہ بہ کف، برقِ تپاں میں کچھ لوگ
 عہدِ پیری میں بھی اسے زورِ حواں میں کچھ لوگ
 لوحِ خواں خاکِ بسرِ تشنہ لباب میں کچھ لوگ
 لغمِ زن، رقصِ کُناں بادہ کشاں میں کچھ لوگ
 نہ پتہ اپنا بتایا نہ کوئی خط بھیجا
 سنگِ دل، باعثِ غم، آفتِ جاں میں کچھ لوگ
 غمِ دوراں میں مگن، فرقتِ جاناں میں مگن
 تلخیِ زیست پہ یوں خندہ کُناں میں کچھ لوگ
 کچھ تو ایسے ہیں جو ظلمت کے سوا کچھ بھی نہیں
 نور ہے رنگ ہے نگہت ہے جہاں میں کچھ لوگ
 ابھی پاتال سے باہر نہیں نکلے کتنے
 ماہ سے آنگے بھی پرواز کُناں میں کچھ لوگ
 طاہرہ، اب بھی وکن مرکزِ فکر و فن ہے
 اہلِ دل اہلِ نظر اہلِ زباں میں کچھ لوگ



تم چلے آئے ہو کیوں پھر دلِ ویراں کے قریب
 کہیں رہتی ہے، بہاراں بھی بیا باں کے قریب
 خیر ہو خیر، بھیانک تو بڑا تھا سپنا
 شعلے اٹھتے ہوئے دیکھے ہیں گلستاں کے قریب
 ابر بھی چھایا، ہوائیں بھی چلیں، گل بھی کھلے
 پھر بھی پہنچے نہ مرے ہاتھ گریباں کے قریب
 ہائے یہ کنجِ قفس اور یہ خوش بوئے چمن
 قاصدِ گل تو نہیں ہے درِ زنداں کے قریب
 یہ بھی کچھ خارِ مغیلاں کی عنایت کم ہے
 کون آتا ہے کسی خاکِ بداماں کے قریب
 جن کے سینے میں دھڑکتا ہے دلیِ نغمہ و شعر
 وہ رہا کرتے ہیں اکثر غمِ دوراں کے قریب
 طاہرہ! آمدِ ہنگامِ مسیحا تو نہیں
 دردِ بڑھ جاتا ہے کچھ اور بھی درماں کے قریب



آنکھیں جو کھلیں دل کی تو کیا کیا نظر آیا
 ہر ذرے میں انداز انوکھا نظر آیا
 سورج کی کرن بنتِ قمر نام تھے اپنے
 آئینہ جو دیکھا تو اندھیرا نظر آیا
 گلفامِ قباؤں میں بے کتنے ہی کانٹے
 کانٹوں میں بہاراں کا نظارہ نظر آیا
 ایسا بھی ہوا ہے کبھی تاریکی شب میں
 نقشِ قدمِ دوست چمکتا نظر آیا
 یہ دور بھی کیا دور ہے بے کیفیِ دل کا
 مجنوں نہ کہیں ناقدِ لیلیٰ نظر آیا
 یہ دوست وہ دشمن ہے یہ اچھا وہ بُرا ہے
 آنکھیں جو کھلیں نظروں کا دھوکا نظر آیا
 اب ظاہرہ، دنیا میں کروں کس پہ بھروسہ
 اپنا تھا جو وہ بھی تو پرایا نظر آیا



نہ تو دیر میں ٹھکانا، نہ حرم کے ہوں میں قابل
 تو جہاں ہے بس وہاں ہے میری بندگی کی منزل
 مجھے کچھ خبر نہیں ہے کہ حیات و موت کیلئے
 تو ہی جانِ زندگی ہے تو ہی زندگی کا حاصل
 ہے غضب کی میری جرأت کہ لگایا تجھ سے ناٹھ
 مرا عشق ناممکن، تیرا حسن، حسنِ کامل
 میں بلندیاں بھی چھوتی کبھی جھک کے پستیوں کو
 تجھے تیری ہی قسم ہے کبھی جھوٹے تو بھی آمل
 تو اگر دکھا دے جلوہ، تو نقاب اگر پلٹ دے
 وہ خدا کا ہو گا قاتل جو نہ ہو خدا کا قاتل
 مجھے کون پھر سنبھالے جو نہ تو کرے توجہ
 مرے جاں ستاں مسیحا، مرے دل نواز قاتل
 نہ تو فکرِ چارہ سازی نہ کوئی پیامِ شیریں
 کبھی اک نظر ادھر بھی دلِ طاہرہ ہے بسمل



حشر تک تیری جستجو ہوگی
 عمر بھر تجھ سے گفتگو ہوگی
 تیری نظروں سے جب ملے گی نظر
 کچھ ادھوری سی گفتگو ہوگی
 کس نے تڑپا دیا یکا یک پھر
 یادِ محبوب، صرف تو ہوگی
 وہ جو آئیں تو خارزاروں میں
 مجلسِ نور و رنگ جو ہوگی
 رنگ لائے گا میرا خون جگر
 یہ کہانی تو کوہِ کوہ ہوگی
 موت سے ہوگی جب ہم آغوشی
 زندگی خوب زردرو ہوگی
 طاہرہ، چھا گیا ہے جو دل پر
 دل میں اس کی ہی جستجو ہوگی



ذکر و فکر جمال یار کروں
 بت پرستی مگر شعار کروں
 مجھے دنیا سے اب تعلق کیا
 کیوں زمانے کو سازگار کروں
 کیا یہی ان کا مشورہ ہے ہنوز
 دل کو کچھ اور داغ دار کروں
 سارا عالم شکار ہے جس کا
 کاش میں خود اسے شکار کروں
 میرا دامن تو چاک ہے کب سے
 تیرا دامن بھی تار تار کروں
 اک طرف کعبہ اک طرف وہ خود
 کونسی راہ اختیار کروں
 طاہرہ ، دل پہ جو گزرتی ہے
 نہیں ممکن کہ آشکار کروں



یاد میں اشک بہاؤں یہ ضروری تو نہیں
 پیار کا سوانگ رچاؤں یہ ضروری تو نہیں
 بہن سناے ہوئے سُن لیتے ہیں سُننے والے
 داستاں اپنی سناؤں یہ ضروری تو نہیں
 کس قدر شوق سے بھیجا ہے انھیں میں نے سلام
 ان کا پیغام میں پاؤں یہ ضروری تو نہیں
 کعبہ اللہ کا گھر بھی ہے بتوں کا گھر بھی
 اک نیا کعبہ بناؤں یہ ضروری تو نہیں
 روٹھنے والوں کا انداز ہے روٹھے رہنا
 بار بار ان کو سناؤں یہ ضروری تو نہیں
 ساری دنیا کے الم سارے زمانے کے ستم
 تا دمِ مرگ اٹھاؤں یہ ضروری تو نہیں
 اہلِ دل طاہرہ پہچان ہی لیتے ہیں مجھے
 نام میں اپنا بتاؤں یہ ضروری تو نہیں



رہتے ہیں اہل دل ہی سدا سوزِ غم میں قید
 مجنوں ہے دشت میں تو ہے لیلیٰ حرم میں قید
 کس در پیر و لکشی ہے ہمیں قید و بند سے
 کر بیٹھے لامکاں کو بھی شکلِ صنم میں قید
 تسخیرِ کائنات کے دعوے لئے ہوئے
 انسانیت ہنوز ہے دیر و حرم میں قید
 جو تھے تلاش میں کسی اُونچی اُڑان کے
 پائے گئے ہیں وہ بھی خود اک آثرم میں قید
 اس ہم سے ہٹ کے دیکھئے دُنیا کو گاہ گاہ
 کب تک رہیں گے طاہرہ ہم پو نہیں ہم میں قید



غضب ہے پھر مرے خوابوں میں آرہے ہو تم
 سکون ضبط کی دیوار ڈھا رہے ہو تم
 یہ انتقام تمہارا بڑا ہی قاتل ہے
 دوبارہ کیوں مری ہستی پہ چھا رہے ہو تم
 وہ تیر ہوں جو کماں سے نکل چکا کب کا
 جو جا چکا ہے اسے کیوں بلارہے ہو تم
 مجھے نہ یاد کرو سن لو التجا میری
 خود اپنے جام میں تلخی ملا رہے ہو تم
 خدا کے واسطے دامن کو میرے چھوڑ بھی دو
 یہ کیا ستم ہے کہ پھر پاس آرہے ہو تم

مجھے تو شکوہ شکایت نہیں ذرا تم سے
 کسے وفا کا فسانہ سنا رہے ہو تم
 پناہ اب نہ گلستاں میں ہے نہ صحرا میں
 سنا ہے ساتھ بہاراں کے آ رہے ہو تم
 تمہارے لطف سے دل طاہرہ کا روتا ہے
 غموں کو اور بھی اس کے بڑھا رہے ہو تم



آپ کی یاد ہی بندگی بن گئی
 جستجو آپ کی روشنی بن گئی
 آپ کیا آگئے انقلاب آگیا
 رات تاریک تھی چاندنی بن گئی
 اُف یہ پڑوہ دل چھوڑنے لگا
 شاخ سوکھے شجر کی ہری بن گئی
 آپ نے مسکرا کے جو دیکھا ادھر
 زندگی بن گئی، زندگی بن گئی
 تمنایوں میں بھی اب لطف آنے لگا
 کشمکش زیست کی دل لگی بن گئی

حاصلِ زندگی آپ کی دوستی
 آپ کی دوستی، زندگی بن گئی

بزم میں آپ نے کیا پکارا مجھے
 لیجئے اک کہانی نئی بن گئی

اس ستگرِ نظر کا اثر یہ ہوا
 طاہرہ، بات بگڑی ہوئی بن گئی





مت قہقہے لگاؤ، مرادل ادا اس ہے
 گر ہو سکے رلاؤ، مرادل ادا اس ہے
 داغوں سے بھی تو بزم چراغاں نہ ہو سکی
 شمعیں نئی جلاؤ، مرادل ادا اس ہے
 چھیڑو نہ میری اجڑی محبت کی راگنی
 مجھ پرستم نہ ڈھاؤ، مرادل ادا اس ہے
 وہ جام جس میں خونِ تمنا کی ہو جھلک
 میری طرف بڑھاؤ، مرادل ادا اس ہے
 جاؤ خدا کے واسطے، یادوں کے قافلو
 اب اور مت ستاؤ، مرادل ادا اس ہے

بھیجوں کسے پیام و سلام نیاز و شوق
 اے مدد بھری ہواؤ، مراد دل ادا اس ہے
 جو آگ سی لگا دے جمودِ حیات میں
 ایسی خبر سناؤ، مراد دل ادا اس ہے
 اُن سے یہ کہہ دو طاہرہ، دل وہ نہیں جو تھا
 اب آویا نہ آؤ، مراد دل ادا اس ہے



بھلا وہ آنکھ کیا جو نم نہیں ہے
 وہ دل کب دل ہے جس میں غم نہیں ہے
 کیا لطفِ حیاتِ عاشقانہ
 کسی کی زلف اب برہم نہیں ہے
 اگرچہ زیست ہے دردِ مسلسل
 ہمارا بھی تبسم، کم نہیں ہے
 بناؤں کیا سمجھ کر آشیانہ
 گلستاں خود بھی مستحکم نہیں ہے
 یہ زخمِ دل ہے زخمِ دل ہے لے دوست
 کہیں اس زخم کا مرہم نہیں ہے

گرا ہے نرگسِ شہلا سے موتی
یہ اشکِ ہجر ہے، شبِ بنم نہیں ہے

رہے زندہ دلی میری سلامت
ہزاروں غم ہیں پھر بھی غم نہیں ہے

نہ جانے طاہرہ کیوں بزمِ دل میں
تمناؤں کا اب ماتم نہیں ہے





نہ جانے آئے ہیں یہ کس کی انجمن کے چراغ
بھڑک اٹھے ہیں خوشی سے حویرے من کے چراغ

یہ تو تھا جس نے بکھیرا تھا نور راہوں میں
جلائے تو نے ہی تھے میرے فکر و فن کے چراغ

طلوعِ ماہ ، دھکتی شفق ، گل رنگیں !
کوئی بتائے یہ ہیں کس کے بانگیں کے چراغ

خبر ہے کیسے سجایا ہے ، دل کا ویرانہ
جلائے ہیں تری یادوں سے انجمن کے چراغ

سحر قریب ہے یزداں کی سرحدیں ہیں قریب
بجھے ، بجھے نظر آتے ہیں اہرمن کے چراغ

یہ دُوریاں یہ فراق اور یہ فاصلے کب تک
 کبھی نہ ہوں گے فروزاں مگر مین کے چراغ
 بہت اُداس ہوں دل تنگ ہوں پریشاں ہوں
 جلا دیجئے ایسے میں خوشبوئے پیر مین کے چراغ
 ہمارا نام بھی ہے ، خادمانِ اُردو میں
 جلائے ہم نے بھی میں طاہرہ سخن کے چراغ